جلد ۱۰ — امان ۱۳۴۸ ہش — شمارہ ۳

مارچ ۱۹۶۹ء

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

انصار اللہ

امان ۱۳۴۸ھ ش

(مارچ ۱۹۶۹ء)

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ :- چھ روپے ٭ فی پرچہ :- ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم ؛ مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
(دار الصدر جنوبی ربوہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۱ — ماہنامہ انصار اللہ ربوہ — شمارہ ۳

امان ۱۳۴۸ ہش

(مارچ ۱۹۶۹ء)

دُنیا میں کسبِ معاش کا سب سے اہم وسیلہ

تجارتی کاروبار کے اسلامی اصول اور ان کی اہمیت!

اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام فطری تقاضوں کی تعدیل و تہذیب اور صحیح خطوط پر ان کے نشوو ارتقاء کا پورا پورا سامان بہم پہنچایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں جس کے متعلق اس نے مکمل ہدایات نہ دی ہوں اور اس کے متعلق رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ چنانچہ اسلام نے جہاں انسانی زندگی کے دیگر شعبوں کے متعلق ہدایات دی ہیں وہاں انسان کے معاشی مسائل کے بارہ میں بھی پوری پوری رہنمائی فرمائی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ اللہ نے اس زمین میں انسان کی معیشت کے جملہ سامان رکھ دیئے ہیں۔ اس کا فرض ہے کہ وہ محنت کر کے معیشت کے ان سامانوں سے فائدہ اٹھائے اور اپنے لئے رزق حاصل کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ
جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ط (الاعراف آیت ۱۱)

یعنی اے بنی نوعِ انسان! ہم نے تم کو زمین پر رہنے کے لئے جگہ دی ہے اور یہی نہیں بلکہ ہم نے اسی زمین میں تمہارے لئے

معیشت کے سامان بھی پیدا کر دیئے ہیں تاکہ تم اِس زمین پر زندہ رہ سکو۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ رات اور دن اسی لئے بنائے گئے ہیں تاکہ تم رات کو تو آرام کرو اور دن کو روزی کما کر اپنے لئے معیشت کے سامان حاصل کرو۔ چنانچہ فرماتا ہے :-

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَّجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ○ (سورۃ النبا آیات ۱۰ تا ۱۲)

ہم نے تمہاری نیند کو موجبِ راحت بنایا اور رات کو پردہ پوش بنایا ہے اور دن کو معاش حاصل کرنے کے لئے بنایا ہے۔

معاش کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ "فضل" کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک اَور جگہ اِس امر کو واضح کرتے ہوئے کہ رات کے مقابلہ میں جو سکون اور آرام کے لئے ہے، دن کو حصولِ معاش کے لئے بنایا گیا ہے، فرماتا ہے :-

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (القصص آیت ۷۴)

اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے ہیں اس لئے کہ تم اس (یعنی رات) میں سکون حاصل کرو اور اس (یعنی دن) میں اُس کا فضل (معاش) حاصل کرو (اور یہ رحمت اُس نے اِس لئے کی ہے) تاکہ تم شکرگزار بنو۔

پھر یہی نہیں کہ اسلام نے انسانوں کو حصولِ معاش کی ترغیب دلائی ہے بلکہ حصولِ معاش کے بنیادی ذرائع زراعت، صنعت، تجارت اور لیبر کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اِس بارہ میں متعدد پُر حکمت احکام کھول کھول کر بیان فرمائے ہیں۔ فی الوقت ہم حصولِ معاش کے اِن ذرائع میں سے علی الخصوص تجارت کے متعلق اسلام کی پُر حکمت تعلیم کے بعض بنیادی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ اس بارہ میں اسلام نے جن احتیاطوں کو خاص طور پر مدِّ نظر رکھنے کی تلقین فرمائی ہے وہ قارئین کے سامنے آسکیں۔

جہاں تک تجارت کو حصولِ معاش کے طور پر اختیار کرنے کا سوال ہے اسلام نے اسے حصولِ معاش کا ایک حلال ذریعہ قرار دیا ہے اور اِس طرح اسے اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرہ آیت ۲۷۶)

اور اللہ نے خرید و فروخت (یعنی تجارت) کو جائز قرار دیا ہے اور سُود کو حرام کیا ہے۔

اب چونکہ سُود اِس لئے حرام کیا گیا ہے کہ اس میں سراسر قرض خواہ کا فائدہ اور اس کے بالمقابل کلیتًہ مقروض کا نقصان مدنظر ہوتا ہے اِس لئے تجارت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ضروری قرار دیا کہ یہ باہمی رضامندی سے ہو یعنی تجارت اِس اصول پر کی جائے کہ اس میں بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کا فائدہ مدِنظر ہو۔ یہ نہ ہو کہ ایک تو سراسر نفع میں رہے اور دوسرا نقصان اُٹھانے پر مجبور ہو۔

اسی لئے فرمایا:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء آیت ۳۰)

اے مومنو! تم آپس میں ناجائز طور پر اپنے مال نہ کھاؤ۔ ہاں یہ جائز ہے کہ مال کا حصول آپس کی رضا کے ساتھ تجارت کے ذریعہ سے ہو۔

تجارت کو جائز ذریعہ معاش قرار دینے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اسے اِس حد تک پسندیدہ قرار دیا ہے کہ اُس نے انسان کی رُوحانی ترقی اور اُخروی فلاح کے حصول کی جدوجہد کے لئے بھی استعارہ کے رنگ میں تجارت کا لفظ استعمال فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(الصّف آیات ۱۲، ۱۳)

اے مومنو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی خبر دوں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے گی۔ وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راستہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ آیت ۱۱۱)

اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اِس وعدہ کے ساتھ خرید لیا ہے کہ اُن کو جنّت ملے گی۔

نیز اِسی تعلق میں ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ

وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور

أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ
تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝
(فاطر آیت ۳۰)

نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خفیہ بھی اور ظاہر بھی خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت ایسی تجارت کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا روحانی ترقی اور فلاحِ اُخروی کی جدوجہد کے لئے استعارہ کے طور پر تجارت اور بیع و شراکی اصطلاحات استعمال کرنا صاف بتاتا ہے کہ اگر صحیح اصول پر تجارت کی جائے تو یہ ایک بہت پسندیدہ ذریعۂ معاش ہے۔ اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے:-

فَالْبَيْعُ وَالشِّرَاءُ مِنْ أَكْبَرِ
الْوَسَائِلِ الْبَاعِثَةِ عَلَى الْعَمَلِ
فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَأَجَلِّ
أَسْبَابِ الْحَضَارَةِ وَالْعُمْرَانِ۔
(کتاب الفقہ علیٰ مذاہب الاربع)

تجارت اس دُنیا میں معاشی اعمال میں سب سے بڑا وسیلۂ معاش ہے اور تمدّن و شہریت کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ہے۔

یہ تو صحیح ہے کہ اسلام نے تجارت کو ایک اہم اور پسندیدہ ذریعۂ معاش قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو اسے اختیار کرنے کی ترغیب بھی دلائی ہے لیکن اس نے ساتھ ہی اس ذریعۂ معاش کو بعض کڑی شرائط سے مشروط کیا ہے اور اس طرح یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ اگر اُن شرائط کی پوری پوری پابندی کی جائے تب تو تجارت فی الواقعہ ایک نہایت مستحسن ذریعۂ معاش ہے بصورتِ دیگر یہ دینی اور رُوحانی لحاظ سے انسان کو خسرانِ مبین میں مبتلا کئے بغیر نہیں رہتی۔ اسلام کہتا ہے ان شرائط کی پابندی نہ کرنے والا تاجر بظاہر دولت سمیٹ رہا ہوتا ہے اور دل ہی دل میں خوش ہو رہا ہوتا ہے لیکن فی الاصل وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مستحقِ عذاب بنا رہا ہوتا ہے۔ ان حالات میں تجارت کو ذریعۂ معاش کے طور پر اختیار کرنے اور اس سے صحیح رنگ میں فائدہ اُٹھانے کے لئے ان شرائط کو جاننا اور ان کا صحیح علم حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔

سب سے پہلی شرط جو اس ضمن میں اسلام نے لگائی ہے وہ ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی شرط ہے اور وہ تجارت ہی نہیں بلکہ ہر ذریعۂ معاش پر عائد ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان محض دولت سمیٹنے اور اسی کو اپنا مقصود بنانے کی نیّت سے تجارت نہ کرے۔ دولت کمائے اور ضرور کمائے

مگر اِس شرط کے ساتھ کہ وہ حصولِ دولت کی جدّوجہد کو کسی حال میں بھی دین، اُس کے تقاضوں اور ضرورتوں پر مقدم نہ ہونے دے۔ تقدّم ہر صورت میں دین ہی کو حاصل رہنا چاہیئے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے :۔

اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(التوبہ آیت ۲۴)

اگر تمہارے باپ دادے اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے دوسرے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارتیں جن کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے کی نسبت زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنے فیصلہ کو ظاہر کردے۔ اور اللہ اطاعت سے نکلنے والی قوم کو کبھی کامیابی کا راستہ نہیں دکھاتا۔

جب اسلامی تعلیم کی رُو سے دین کو ہر طور دُنیا پر مقدّم رکھنا ضروری ہے تو پھر تجارت کے معاملہ میں دین کو کیوں تقدّم حاصل نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ جب دین اور اس کے تقاضوں کو پُورا کرنے کے لئے تمہیں بُلایا جائے تو سب کام کاج حتّٰی کہ تجارت اور ہر قسم کی خرید و فروخت کو چھوڑ کر فوراً حاضر ہو جاؤ اور جب دینی فریضہ یا کوئی مخصوص دینی ضرورت جس کے لئے تمہیں بُلایا گیا ہے پُوری ہو جائے تو پھر بے شک واپس جا کر خرید و فروخت اور تجارتی کاروبار میں مشغول ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نماز جمعہ کے تعلق میں فرماتا ہے :۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ

اے مومنو! جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے لئے بُلایا جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے جلدی جلدی جایا کرو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دیا کرو۔ اگر تم کچھ بھی علم رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے اچھی بات ہے۔ اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں

فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(سورۃ الجمعہ آیات ۱۰، ۱۱)

پھیل جایا کرو اور اللہ تعالےٰ کا فضل (رزق) تلاش کیا کرو اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے تاجروں کی تعریف کی ہے جو دین کو دُنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اپنے تجارتی کاروبار کو اس طرح چلاتے ہیں کہ اُسے دینی فرائض میں مخل نہیں ہونے دیتے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بشارت دی ہے کہ ایسا کرنے کے نتیجہ میں وہ ہرگز گھاٹے میں نہیں رہیں گے کیونکہ اس کے صلہ میں وہ ان کے اموال کو بڑھائے گا اور انہیں اپنی خاص برکتوں سے نوازے گا چنانچہ فرماتا ہے :-

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

(النور آیات ۳۸، ۳۹)

(یہ ذکر کرنے والے) کچھ مرد ہیں جن کو اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تجارت اور نہ سودا بیچنا غافل کرتا ہے۔ وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں پلٹ جائیں گی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ان کو انکے اعمال کی بہتر سے بہتر جزا دے گا اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

اِن آیات سے ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیم کی رُو سے تجارت کو ذریعۂ معاش کے طور پر اختیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان تجارت میں اس درجہ منہمک نہ ہو کہ وہ دین سے ہی غافل ہو جائے۔ دینی فرائض کی بجا آوری اور دینی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل بہرحال مقدم ہے اور حصولِ معاش (جس میں تجارت بھی شامل ہے) مؤخر۔

دیگر ذرائع معاش کی طرح تجارت میں بھی دین کو دُنیا پر مقدم رکھنے کی بنیادی شرط کے علاوہ اسلام نے تجارت کو ذریعۂ معاش کے طور پر اختیار کرنے میں دوسری اہم شرط یہ عائد کی ہے کہ اس نے تاجر اور خریدار دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا امین قرار دیا ہے اور انہیں اس امر کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ

وہ پوری امانت اور دیانت سے کام لیتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ ایسا معاملہ کریں کہ کسی قسم کا دھوکا، فریب، ملاوٹ، کھوٹ کھسوٹ یا ناپ، تول میں کمی کا سوال ہی پیدا نہ ہو یعنی ایک دوسرے کا نقصان مدِ نظر نہ ہو۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کرکے بتایا ہے کہ چونکہ وہ لوگ (اہلِ مدین اور اصحاب الئیکہ) جن کی طرف آپؑ کو مبعوث کیا گیا تھا تجارتی بد دیانتی میں مبتلا تھے اور اس لحاظ سے انہوں نے ایک فساد برپا کر رکھا تھا اس لئے حضرت شعیبؑ نے اپنے آپکو ایک امانت دار رسول کی حیثیت سے اُن کے سامنے پیش کرکے انہیں خود بھی امانت کو لازم پکڑنے اور تجارتی بد دیانتی سے باز آنے کی تلقین فرمائی۔ آپؑ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا:۔

إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ۝
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ۝ وَ
مَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ج
إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ
الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا
النَّاسَ أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا
فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝

(الشعراء آیات ۱۷۹ تا ۱۸۱)

میں تمہاری طرف ایک امانت دار پیغمبر کی حیثیت سے آیا ہوں۔ پس اللہ کا تقوےٰ اختیار کرو۔ اور میں اس کام کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میری اُجرت صرف رب العالمین کے ذمہ ہے۔ پیمانہ پورا بھر کر دیا کرو اور دوسروں کو نقصان پہنچانے والے مت بنو۔ اور سیدھی ڈنڈی سے تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں ان کے حق سے کم نہ دیا کرو اور ملک میں ہرگز فساد برپا نہ کرو۔

یہی نہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اُنہیں تجارتی بد دیانتی سے باز آنے کی تلقین فرمائی بلکہ ایمان نہ لانے اور باز نہ آنے کی صورت میں انہیں پاداشِ عمل کے طور پر دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کی خبر بھی دی۔ چنانچہ قرآن مجید میں اہلِ مدین اور اصحاب الئیکہ دونوں پر تجارتی بد دیانتی کی وجہ سے عذاب نازل ہونے کا ذکر آتا ہے۔ (ہُود آیات ۹۵، ۹۶۔ اور الشعراء آیات ۱۹۰ تا ۱۹۴)

چونکہ اسلامی تعلیم کی رُو سے تجارت میں امانت اور طرفین کے مفاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی لین دین اور خرید و فروخت میں ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھنے پر بہت زور دیا ہے۔ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس بارہ میں

ایک خاص اصطلاح استعمال فرمائی ہے اور وہ ہے "بیع مبرور"۔ آپؐ نے بیع مبرور کو بہترین کسب قرار دیا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْکَسْبِ بَیْعٌ مَبْرُوْرٌ وَعَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِہٖ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین کسب "بیع مبرور" اور دستکاری سے معاش پیدا کرنا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ "بیع مبرور" کی اصطلاح کن وسیع معانی و مطالب پر حاوی ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟ سو اس کے متعلق فقہاءِ اُمت نے لکھا ہے :۔

وَالْبَیْعُ الْمَبْرُوْرُ ھُوَ الْبَیْعُ الَّذِیْ یَبَرُّ فِیْہِ صَاحِبُہٗ فَلَمْ یَغُشَّ وَلَمْ یَخُنْ وَلَمْ یَعْصِ اللّٰہَ فِیْہِ۔ (کتاب الفقہ علیٰ مذاہب الاربع)	اور بیع المبرور ایسی بیع وشراء کو کہتے ہیں کہ جس میں متعاقدین (جانبین) ایک دوسرے سے تعاون اور بھلائی کا معاملہ کریں یعنی اس میں نہ دھوکا ہو نہ خیانت اور نہ اس میں خدا کی معصیت لازم آتی ہو۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیم کی رُو سے تجارت میں امانت و دیانت کا نہایت اعلیٰ معیار پیش کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر تجارت مستحسن ذریعۂ معاش نہیں قرار پا سکتی اس لئے کہ تجارتی بددیانتی قرآن مجید کی رُو سے دُنیا میں اتلافِ حقوق اور فساد برپا کرنے کا موجب بنتی ہے اور اس کے مرتکب ہونے والوں کو عذابِ الٰہی کا مستحق بناتی ہے۔

چونکہ تجارتی بددیانتی انتہائی خطرناک نتائج پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الخصوص تاجروں کو جن کی طرف سے بددیانتی کے ارتکاب کا زیادہ امکان ہوتا ہے ان خطرناک نتائج سے نہایت زوردار الفاظ میں خبردار فرمایا۔ حدیث میں آتا ہے :۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلتُّجَّارُ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ (ترمذی و بیہقی فی شعب الایمان)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تاجر قیامت کے دن فاسق و فاجر اٹھیں گے مگر وہ تاجر نہیں جنہوں نے پرہیزگاری، بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا ہو۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی مال کے عیب کو چھپانے

اور ہیرا پھیری سے کام لینے والے تاجروں اور خریداروں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا :-

اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا، فَاِنْ صَدَقَا وَ بَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا (بخاری کتاب البیوع)

خرید و فروخت کرنے والوں کو جب تک وہ ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں اختیار ہے کہ وہ سودا فسخ کر دیں۔ اور اگر خرید و فروخت کرنے والے سچ بولیں اور اُس مال کے عیوب کو بیان کر دیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اس سودا سلف میں برکت دے گا اور اگر وہ دونوں جھوٹ سے کام لے کر کسی عیب کو چھپائیں گے یا ہیرا پھیری سے کام لیں گے تو اللہ اُس سے برکت ختم کر دے گا۔

یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے متعلق جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو دھوکا دیتے اور اِس طرح اپنا مال بیچتے ہیں دردناک عذاب کی خبر دی۔ چنانچہ مسلم کی حدیث ہے :-

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" قَالَ: فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ۔ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ "خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" قَالَ: "اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلَفِ الْكَاذِبِ" (مسلم کتاب الایمان)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت کرے گا اور نہ اُن کا تزکیہ فرمائے گا بلکہ انہیں دردناک عذاب دے گا۔ حضورؐ نے یہ کلمات تین دفعہ دہرائے۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یہ لوگ تو سخت ناکام اور گھاٹے میں ہوں گے حضورؐ یہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ جو تکبر سے کپڑے گھسیٹتے ہیں، بات بات پر احسان جتاتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنا مال فروخت کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں تجارتی بددیانتی کے انتہائی خطرناک انجام سے آگاہ فرمایا وہاں آپؐ نے تجارتی معاملات میں پوری دیانتداری کا مظاہرہ کرنے اور ایک دوسرے کو دھوکا سے نقصان پہنچانے سے مجتنب رہنے والوں کو عظیم الشان بشارتوں سے بھی نوازا۔ آپؐ نے بتایا کہ جو

تاجر زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی خاطر دھوکہ دہی سے مجتنب رہے گا اور گاہکوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آئے گا اللہ تعالیٰ اس پر خاص شفقت فرمائے گا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:۔

اُتِيَ اللّٰہُ تَعَالیٰ بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِہٖ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَقَالَ لَہٗ مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْیَا؟ قَالَ وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا۔ قَالَ یَا رَبِّ اٰتَیْتَنِیْ مَالَکَ فَکُنْتُ اُبَایِعُ النَّاسَ۔ وَکَانَ مِنْ خُلُقِی الْجَوَازُ، فَکُنْتُ اَتَیَسَّرُ عَلَی الْمُوْسِرِ وَ اُنْظِرُ الْمُعْسِرَ۔ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْکَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِیْ۔ (مسلم کتاب البیوع)

اللہ تعالیٰ کے پاس ایسا بندہ لایا جائے گا جسکو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔ وہ جواب دے گا اے میرے رب! تُونے مجھے مال دیا تھا میں اُسکے ذریعہ لوگوں سے خرید و فروخت اور لین دین کرتا تھا۔ درگزر کرنا اور نرم سلوک کرنا میری عادت تھی۔ خوشحال اور صاحب استطاعت سے بھی آسانی اور سہولت کا رویہ اختیار کرتا اور تنگدست کو بھی سہولت سے ادا کرنے کی مہلت دیتا۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اِس بات کا زیادہ حق پہنچتا ہے کہ درگزر سے کام لوں اور اپنے اِس بندے سے شفقت کا سلوک کروں۔

اِسی پر بس نہیں بلکہ امانتدار تاجروں کو آپؐ نے ایک اَور نہایت عظیم الشان بشارت سے نوازا۔ آپؐ نے فرمایا:۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ

(ترمذی ابواب البیوع)

سچے اور امانت دار تاجروں کا حشر نبیوں، صدّیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

اللہ اللہ! کیا شان ہے سچّے اور امانت دار تاجروں کی ـــــ یعنی اُن تاجروں کی جو لُوٹ کھسوٹ کی نیّت سے نہ بلاوجہ قیمتیں بڑھائیں، نہ ملاوٹ کریں، نہ ماپ تول میں بددیانتی کے مرتکب ہوں، نہ اَور کسی قسم کی دھوکہ دہی اور ہیرا پھیری سے کام لے کر دوسروں کو نقصان پہنچائیں، بلکہ تقویٰ کی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے پُوری ایمان داری اور دیانت داری سے کاروبارِ تجارت کو چلائیں ـــــ کہ وہ عنداللہ نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں میں شمار ہونے کے قابل سمجھے جائیں گے

الغرض اسلامی تعلیم کی رُو سے تجارت کسبِ معاش کا ایک نہایت ہی اہم وسیلہ ہے مسلمانوں کو اسے اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ لیکن یہ ذریعۂ معاش بعض بنیادی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر ان شرائط کی کما حقہٗ پابندی کی جائے یعنی دین کو دُنیا پر مقدم رکھتے ہوئے دینی فرائض کی بجاآوری میں اسے حائل نہ ہونے دیا جائے اور پُوری دیانت داری اور امانت سے کام لیتے ہوئے ہر قسم کے دھوکہ فریب اور ہیرا پھیری سے اجتناب اختیار کیا جائے تو یہ ذریعۂ معاش انسان کو اللہ تعالیٰ کی خاص شفقت کا مستحق بنا کر اسے عند اللہ نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں میں شمار کئے جانے کے قابل بنا دیتا ہے اور اگر زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹنے کی نیت سے سراسر ناجائز حربے اختیار کرتے ہوئے دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانے اور انہیں عمداً نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے تو پھر یہ انسان کو خسرانِ مبین میں مبتلا کئے بغیر نہیں رہتا اور اسے دردناک عذاب کا مستحق بنا کر ہی چھوڑتا ہے۔ عیاذاً باللہ۔

پس جو لوگ تجارت کو ذریعۂ معاش کے طور پر اختیار کرتے ہیں اُنہیں یہاں اس کے طفیل غیر معمولی برکتوں اور سعادتوں کے حصول کا موقع میسر آتا ہے وہاں ان کے لئے کچھ کم خوف کا مقام بھی نہیں ہوتا۔ فی زمانہ تجارت میں امانت و دیانت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنا ایک عظیم مجاہدہ کا متقاضی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اس مجاہدہ میں کامیابی کے ساتھ ہی دینی و دنیوی فلاح وابستہ ہے اور اس میں ناکامی سراسر خسران پر دلالت کرتی ہے اس دُنیا میں بھی اور اُس جہان میں بھی۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں تجارتی کاروبار کے اسلامی اصولوں کی اہمیت کو سمجھنے اور ان پر کما حقہٗ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم تجارتی امانت و دیانت کا قابلِ تقلید نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

آمین اللّٰھم آمین +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس (یعنی غلّہ لیکر رکھ چھوڑنا اور مہنگا ہونے پر اسے بیچنا) کو مکروہ سمجھا گیا ہے مَیں اِسکو پسند نہیں کرتا۔ میرے نزدیک شریعت اَور ہے اور طریقت اَور ہے۔ ایک آن کی بھی بدنیّتی جائز نہیں اور یہ ایک قسم کی بدنیّتی ہے۔ ہماری غرض یہ ہے کہ بدنیّتی دُور ہو۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۰۶)

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

درود شریف حصولِ استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے

دُعائیں مانگو، استقامت چاہو اور درود بکثرت پڑھو

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۸ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک رُوح پرور تقریر ارشاد فرماتے ہوئے استقامت حاصل کرنے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ حضور نے فرمایا :-

"مَیں چاہتا ہوں کہ آپ استقامت کے حصول کے لئے مجاہدہ کریں اور ریاضت سے اسے پائیں کیونکہ وہ انسان کو ایسی حالت پر پہنچا دیتی ہے جہاں اُس کی دعا قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔ اِس وقت بہت سے لوگ دُنیا میں موجود ہیں جو عدمِ قبولیتِ دُعا کے شاکی ہیں لیکن مَیں کہتا ہوں کہ افسوس تو یہ ہے کہ جب تک وہ استقامت پیدا نہ کریں دُعا کی قبولیت کی لذّت کو کیوں کر پا سکیں گے۔ قبولیتِ دُعا کے نشان ہم اِسی دُنیا میں پاتے ہیں۔ استقامت کے بعد انسانی دل پر ایک برودت اور سکینت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کسی قسم کی بظاہر ناکامی اور نامرادی پر بھی دل نہیں جلتا۔ لیکن دُعا کی حقیقت سے ناواقف رہنے کی صورت میں ذرا ذرا سی نامرادی بھی آتشِ جہنّم کی ایک لپٹ ہو کر دل پر مستولی ہو جاتی ہے اور گھبرا گھبرا کر بے قرار کئے دیتی ہے۔ اِس کی طرف ہی اشارہ ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ۔ بلکہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تپ بھی نارِ جہنّم کا ایک نمونہ ہے۔

اب یہاں ایک اَور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پا جانا تھا اِس لئے ظاہری طور پر ایک نمونہ اور خدا نمائی کا آلہ دُنیا سے اُٹھنا تھا اِس کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک آسان راہ رکھ دی کہ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ، کیونکہ محبوب اللہ مستقیم ہی ہوتا ہے، زیغ رکھنے والا کبھی محبوب نہیں بن سکتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہو گیا تا کہ اس دُعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ظلّی طور پر قیامت تک رہتا ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ مجدّدِ دین کے اسماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہی ہوتے ہیں یعنی ظلّی طور پر وہی نام اُن کو کسی ایک رنگ میں دیا جاتا ہے . . . . .

مَیں پھر کہتا ہوں کہ اس وقت بھی خدا تعالیٰ نے دُنیا کو محروم نہیں چھوڑا اور ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ ہاں اپنے ہاتھ سے اُس نے ایک بندہ کو کھڑا کیا اور وہ وہی ہے جو تم میں بیٹھا بول رہا ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے نزولِ رحمت کا وقت ہے۔ دُعائیں مانگو، استقامت چاہو اور درود شریف جو حصولِ استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو، مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن اور احسان کو مدِّنظر رکھ کر اور آپؐ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپؐ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیتِ دُعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔

قبولیتِ دُعا کے تین ہی ذریعے ہیں۔ اوّل اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ دوم يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ سوم موہبتِ الٰہی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عام قانون ہے کہ وہ نفوسِ انبیاء کی طرح دُنیا میں بہت سے نفوسِ قدسیہ ایسے پیدا کرتا ہے جو فطرتاً استقامت رکھتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ فطرتاً انسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک فطرتاً ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔ دوسرے مقتصد یعنی کچھ نیکی سے بہرہ ور اور کچھ بُرائی سے آلودہ۔ سوم بُرے کاموں سے متنفر اور سابق بالخیرات۔ پس یہ آخری سلسلہ ایسا ہوتا ہے کہ (ایسے لوگ) اجتباء اور اصطفاء کے مراتب تک پہنچتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا گروہ اِسی پاک سلسلہ میں سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری ہے۔ دُنیا ایسے لوگوں سے خالی نہیں۔ . . . .

بالآخر مَیں کہتا ہوں کہ خود دُعا کرو یا دُعا کراؤ۔ پاکیزگی اور طہارت پیدا کرو، استقامت چاہو اور توبہ کے ساتھ گر جاؤ کیونکہ یہی استقامت ہے۔ اُس وقت دعائیں قبولیت، نمازیں لذّت پیدا ہوگی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔"

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۲ تا ۲۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جب تک استقامت نہ ہو بیعت بھی ناتمام ہے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۹۸)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فَتَثَبَّتُوا بِعِنَايَةِ الْمَنَّانِ

(آنحضرت کے صحابہ خدائے منان کی عنایت سے ثابت قدم رہے)

وَقَدِ اقْتَفَاكَ أُولُوا النُّهٰى وَبِصِدْقِهِمْ　　وَدَعُوا تَذَكُّرَ مَعْهَدِ الْأَوْطَانِ

(اے محمدؐ!) دانشمندوں نے تیری پیروی کی اور اپنے صدق سے مالوف وطنوں کی یاد بھی چھوڑ دی۔

قَدْ آثَرُوكَ وَفَارَقُوا أَحْبَابَهُمْ　　وَتَبَاعَدُوا مِنْ حَلْقَةِ الْإِخْوَانِ

تجھے مقدم کیا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دیا اور بھائیوں کے حلقہ سے دور ہو گئے۔

قَدْ وَدَّعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَنُفُوسَهُمْ　　وَتَبَرَّؤُوا مِنْ كُلِّ نَشْبٍ فَانٍ

اپنی خواہشوں اور نفسوں کو چھوڑ دیا اور ہر قسم کے فانی مالوں سے بیزار ہو گئے۔

قَدْ هَاضَهُمْ ظُلْمُ الْأُنَاسِ وَضَيْمُهُمْ　　فَتَثَبَّتُوا بِعِنَايَةِ الْمَنَّانِ

لوگوں کے ظلم وستم نے اُن کو چُور چُور کر دیا۔ مگر خدائے منان کی مہربانی سے وہ ثابت قدم رہے۔

كَسَحُوا بُيُوتَ نُفُوسِهِمْ وَتَبَادَرُوا　　لِتَمَتُّعِ الْإِيْقَانِ وَالْإِيْمَانِ

انہوں نے اپنے نفسوں کے گھروں کو خوب صاف کیا اور یقین اور ایمان کی دولت لینے کو آگے بڑھے۔

قَامُوا بِإِقْدَامِ الرَّسُولِ بِغَزْوِهِمْ　　كَالْعَاشِقِ الْمَشْغُوفِ فِي الْمَيْدَانِ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حملہ آوری کے ساتھ میدان میں لڑائیوں میں یوں ڈٹ گئے جیسے کوئی عاشق شیدا ہوتا ہے

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِي حُبِّهِمْ　　تَحْتَ السُّيُوفِ أُرِيقَ كَالْقُرْبَانِ

سو اُن پہلوانوں کا خون محبت کی راہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہایا گیا۔

(آئینہ کمالات اسلام)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کسے عزّت ازو یابد کہ سوزد رختِ عزّت را

(خدا کے ہاں اسی کو عزّت ملتی ہے جو لباسِ عزّت جلا دیتا ہے)

بہ نخوت ہا نمی آید بدست آں دامنِ پاکش　　کسے عزّت ازو یابد کہ سوزد رختِ عزّت را

اُس کا مقدس دامن تکبر سے ہاتھ نہیں آتا اُس کے ہاں اُسی کو عزّت ملتی ہے جو لباسِ عزّت جلا دیتا ہے

اگر خواہی رہِ مولےٰ زِ لافِ علم خالی شو　　کہ رہ ندہند در کویش اسیرِ کبر و نخوت را

اگر مولےٰ کی راہ چاہتا ہے تو علم کی شیخی ترک کر کہ اُس کے کوچہ میں اسیرِ کبر و نخوت کو گھسنے نہیں دیتے۔

منہ دل در تنعمہائے دُنیا گر خدا خواہی　　کہ مے خواہد نگارِ من تہیدستانِ عشرت را

اگر خدا کا طلبگار ہے تو دنیوی نعمتوں سے دل نہ لگا کہ میرا محبوب ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو عیش کے تارک ہوں۔

مصفّا قطرہ باید کہ تا گوہر شود پیدا　　کجا بیند دلِ ناپاک روئے پاک حضرت را

پانی کا مصفا قطرہ چاہیئے تا کہ اس سے موتی پیدا ہو۔ ناپاک دل خدا کے پاک چہرے کو کہاں دیکھ سکتا ہے۔

نمے باید مرا یک ذرّہ عزّتہائے ایں دُنیا　　منہ از بہرِ ما کُرسی کہ ماموریم خدمت را

مجھے ذرہ بھر دُنیا کی عزّت درکار نہیں۔ ہمارے لئے کُرسی نہ بچھا کہ ہم تو خدمت پر مامور ہیں۔

ہمہ خلق و جہاں خواہد برائے نفسِ خود عزّت　　خلافِ من کہ مے خواہم براہِ یار ذلّت را

سب لوگ اور سارا جہان اپنے لئے عزّت چاہتا ہے برخلاف اس کے میں یار کی راہ میں ذلت مانگتا ہوں

ہمہ در دَورِ ایں عالم امان و عافیت خواہند　　چہ افتاد ایں سرِ مارا کہ مے خواہد مصیبت را

سب لوگ اِس زمانہ میں امن و امان کے خواستگار ہیں۔ میرے سر کو کیا ہوا کہ وہ مصیبت کا خواہشمند ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ کی سیرت کا ایک درخشاں پہلو

ذکرِ الٰہی، کثرتِ نوافل اور انابت الی اللہ

(مکرم جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے قدسی صفات صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمالِ صالحہ بجا لاتے ہیں۔ اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ مَیں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروؤں سے جو اُن کی زندگی میں اُن پر ایمان لائے تھے، ہزارہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ..... مَیں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہونے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی مَیں ہمیشہ ان کو اَور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں۔"

نیز اسی ضمن میں ایک جگہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میرے لئے یہ عمل کافی ہے کہ ہزارہا آدمیوں نے میرے ہاتھ پر طرح طرح کے گناہوں سے توبہ کی ہے اور ہزارہا لوگوں میں بعد بیعت مَیں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزارہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ ایک ایک فرد اُن میں بجائے خود ایک نشان ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۴۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوّلین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرۃ و حالاتِ زندگی پر طائرانہ نظر ہی ڈال کر ہر شخص یہ گواہی دے سکتا ہے کہ اس برگزیدہ قوم یعنی اصحاب احمد علیہ السلام نے اپنے عقائد اور اعمال و اخلاق و کردار کو کامل طور پر شریعتِ اسلامیہ کے سانچے میں ڈھالنے کی بے مثال جد و جہد کی اور اپنے رُوحانی پیشوا کے انفاسِ قدسیہ اور صحبتِ مقدسہ کے طفیل نفسانیت اور انانیت کے ہر پہلو کو خیر باد کہہ کر اپنے وجود اور قویٰ اور جوارح کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت کر دیا اور تا زیست شب و روز اسی کوشش میں لگے رہے کہ ان کا ہر سانس اپنے قدوس مولیٰ کریم کی محبّت میں آئے۔ حقّا کہ "**دست با کار دل با یار**" کا چلتا پھرتا نمونہ یہی پاک قوم تھی!

اس مقدس گروہ کے حالاتِ زندگی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک فرد کی زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی، استغفار، درود شریف اور تسبیح و تحمید سے تر رہتی تھی۔ مساجد میں نماز باجماعت ادا کرنا ان کی رُوح کی غذا تھی۔ کثرتِ ادائے نوافل اور تلاوتِ قرآن مجید اور صدقات اور مالی و جانی قربانی کے ذریعہ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے پر سبقت لے جانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ یہ معصوم مقابلے ہمیں قالی، حالی، مالی وغیرہ تمام شعبوں میں جا بجا نظر آتے ہیں لیکن اس پر نہ ریا ہے نہ گھمنڈ، نہ ریا ہے نہ بے جا فخر، بلکہ ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی　　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کا مصداق ان میں کا ہر فرد نظر آتا ہے۔

ذرا حضرت مولٰینا نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح پر نظر دوڑائیے۔ "مرقاۃ الیقین" کا ایک ایک واقعہ اس مقدس انسان کی بے نفسی اور انتہائی علوّ مرتبت کا آئینہ دار نظر آئے گا۔ بلاشبہ جب مومن انسان کا قلب کامل خوف اور پوری محبّت کے ساتھ عاشقانہ رنگ میں رب العزت کی درگاہِ قدس میں جُھکتا ہے تو وہ پیارا آسمانی آقا اپنے فضل و کرم سے ایسے دل کو غیر اللہ سے خالی کر کے اپنا نور اس میں بھر دیتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے حضرت مولٰینا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی، حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب، حضرت حکیم فضلدین صاحب، حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی، حضرت مولٰینا سید سرور شاہ صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی، حضرت منشی محمد اروڑا خان صاحب، حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی، حضرت منشی احمد جان صاحب، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب، حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب، حضرت میاں محمد خان صاحب کپورتھلوی، حضرت خلیفہ نور الدین صاحب آف جموں، حضرت مولٰینا مولوی شیر علی صاحب، حضرت میر ناصر نواب صاحب، حضرت شیخ حامد علی صاحب

حضرت نواب عبد اللہ خان صاحب، حضرت منشی رستم علی صاحب، حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ میں نے اس جگہ صرف ان بیس بزرگوں کے اسمائے گرامی بوجہ اختصار لکھے ہیں۔ آپ ان بزرگوں کے حالات پڑھیئے تو ان میں سے ایک ایک کو آپ اپنے تصور کمال کے مطابق عاشقِ خدا اور رسولؐ پائیں گے۔ جری اللہ فی حلل الانبیاءؑ کے یہ صحابہ کرامؓ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ کا مصداق تھے۔

نمازوں کی سرگرمی کا میں ذکر کر آیا ہوں۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک مخلص اور فدائی صحابیؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"شیخ حامد علی۔ یہ جوان صالح اور ایک صالح خاندان کا ہے .... میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میّت کی طرح ہوگیا تھا التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خداترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک زندہ ایمان رکھتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اور داماد حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ کے متعلق محترم بابا غلام فرید صاحب ایم۔ اے کی شہادت ہے:۔

"حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب پنجوقتہ نماز باجماعت کے نہایت شدت کے ساتھ پابند تھے۔ میں نے اپنی زندگی کے پچاس سال ان کے ساتھ گزارے۔ میں ایمانداری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپ کی طرح تموّل اور تنعم میں پرورش پایا ہوا نماز کا ایسا پابند انسان ساری عمر میں نہیں دیکھا۔ وہ جہاں کہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ جب وہ سیر یا بحالیٔ صحت کے لئے پہاڑ پر بھی جایا کرتے تھے تو ان کی کوٹھی کا ایک کمرہ نماز باجماعت کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ نہایت باقاعدگی سے پانچ وقت اذان ہو کر نماز باجماعت ہوتی تھی .... جن حالات میں آپ نے پرورش پائی ان کو دیکھتے ہوئے ان کا ایسا پابندِ صوم وصلوٰۃ ہونا ان کے باخدا ہونے کی ایک زندہ دلیل

ہے۔" (اصحاب احمد جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱)

اسی طرح محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

"نواب محمد عبداللہ خان صاحب نماز کے عاشق تھے خصوصاً نماز باجماعت کے قیام کے لئے آپ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت مسجد میں جانے والے، جب دل کی بیماری سے صاحب فراش ہوگئے تو اذان کی آواز کو ہی اس محبت سے سنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنی محبوب آواز کو! جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے کسی کو پکڑ کر آگے کھڑا کر دیتے اور باجماعت نماز ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے! ..... جب ماڈل ٹاؤن میں کوٹھی لی تو وہیں پنجوقتہ نماز باجماعت کا اہتمام کر کے گویا گھر کو ایک قسم کی مسجد بنالیا۔ پانچ وقت اذان دلواتے ..... اور بسا اوقات خود پہلے نمازی ہوتے جو مسجد میں دوسرے نمازیوں کا انتظار کرتا۔" (اصحاب احمد جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۲)

محترم مولوی احمد خان صاحب نسیم فاضل فرماتے ہیں :۔

"جب سے مجھے ہوش ہے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کو جانتا تھا میں نے آپ کے اخلاق و عادات کا جو نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسے آدمی کبھی کبھار پیدا ہوتے ہیں ..... جس قدر نماز باجماعت کی پابندی حضرت استاذی المکرم میں پائی جاتی تھی تاریخ اسلام میں شاید کم ہی لوگ آپ کے برابر ہوں گے اور جس قدر نکاح و جنازے آپ نے پڑھائے ہیں شاید تاریخ اسلام میں آپ کے برابر کوئی بھی نہیں ہوگا ..... نماز اتنے شغف سے ادا فرماتے تھے کہ مقتدی بعض دفعہ گھبرا جاتے تھے ..... مگر بارہا میں نے مولوی صاحب کو حلفاً فرماتے سنا کہ میں تین سے زیادہ دفعہ تسبیح نہیں کہتا۔ ایک دفعہ میں نے حضرت مولوی صاحب کے پیچھے نماز ظہر پڑھی۔ میں نے آہستہ آہستہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ گیارہ دفعہ پڑھی تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رکوع فرمایا۔"

مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب فاضل تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے ..... ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں شکایت پیش ہوئی کہ

حضورؓ کی غیر موجودگی میں حضرت مولوی صاحب سخت گرمی کے موسم میں بھی لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ اس پر حضور رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولوی صاحبؓ کی موجودگی میں ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔ فرمایا اس دفعہ جب ہم کشمیر گئے تو ایک مقام پر یہ خیال گزرا کہ اب اس سے آگے کوئی آبادی نہ ہوگی اچانک شام کے وقت ایک کشمیری آیا اُس نے بتایا کہ وہ احمدی ہے اور اس نے قادیان بھی دیکھا ہے مگر قافلہ والوں کو یقین نہ ہوا۔ میں نے اُسے بلا کر پوچھا کہ قادیان کی مسجد میں کون امام ہیں اور کس طرح کی نماز پڑھاتے ہیں۔ اس پر اُس کشمیری نے کہا کہ اُس مسجد کے امام کی ایک وقت کی نماز تمام کشمیر کی سال بھر کی نمازوں کے برابر ہے۔ اِس پر مجھے یقین آگیا کہ بالکل ٹھیک ہے اس نے قادیان دیکھا ہے اور یہ شخص احمدی ہے۔ سبحان اللہ کیسا مقدس و مطہر آقا تھا اور کیسے پاک خدام تھے۔"

مولوی احمد خان نسیم تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ بہت عبادت گزار تھے۔ قیام اللیل میں تو میرا مشاہدہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا تو میں نے حضرت مولوی صاحبؓ کو جب بھی میری آنکھ کھلی نماز میں مشغول پایا۔ آپ اپنے مکان کی چھت پر نماز پڑھ رہے ہوتے۔ اور یہ حال سارا رمضان کا مہینہ ہوتا تھا"

(اصحاب احمد جلد پنجم حصہ سوم ص۲۳)

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نورانی چہرہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اللہ اللہ! حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کے یہ غلام کس پایہ کے انسان تھے۔ ان فدائیانِ ملت نے سرکارِ مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد اور ہر عمل کو ایسے رنگ میں اپنانے کی سعی فرمائی کہ ہر وجود اپنے رنگ و بُو کے لحاظ سے متابعت نبویؐ میں یکتائے روزگار بن گیا۔ اِس بات سے کون ناواقف ہوگا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی صحابی بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے میں سبقت نہ لے سکا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک عادت کو حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا اپنایا کہ شاید کوئی احمدی بھی ایسا نہ ملے گا جو یہ دعویٰ کر سکے کہ کسی وقت راستہ چلتے میں نے حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن سے پہلے السلام علیکم کہا تھا۔ جو بھی ملے گا یہی کہے گا کہ حضرت مولوی صاحبؓ آنکھیں چار ہونے سے قبل ہی السلام علیکم کہہ دیا کرتے تھے۔

ادائے نماز میں بھی اُن کی حالت ایسی تھی کہ گویا کسی عاشقِ زار کو صدیوں کا بچھڑا محبوب مل گیا

ہے اور وہ جذبۂ عشق و محبت میں اپنے محبوب، اپنے مطلوب سے ایسا لپٹا ہے کہ جُدا ہونے کا نام نہیں لیتا اور پھر دنیا و مافیہا سے یکسر بے خبر ہوگیا ہے۔ مکرمی ماسٹر عبدالکریم صاحب آف کوئٹہ نے مجھے سُنایا کہ جب ۱۹۳۵ء میں احمدیت قبول کرنے کے بعد مَیں پہلی مرتبہ قادیان مقدس گیا مسجد میں فرض نماز ادا کرنے کے بعد مَیں نے سنتیں اور نفل ادا کئے۔ مَیں نے محسوس کیا کہ جو بزرگ میرے قریب کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں وہ ہنوز پہلی رکعت میں ہی ہیں۔ مَیں حیران ہو کر قریب ہوا تو مجھے اُس فرشتہ خصلت کے مُنہ سے ہلکی ہلکی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ وہ تکرار کے ساتھ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْن کہہ رہے تھے اور طویل وقت تک اسی حالت میں رہے۔ یہ بزرگ حضرت مولینا شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، یکے از اصحاب حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام!

اِس عاجز نے اپنے مہربان دوست الحاج خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب ابن حضرت خلیفہ نور دین صاحبؓ آف جموں سے عرض کی کہ مجھے "ذکرِ الٰہی، کثرتِ نوافل و انابت الی اللہ" کے موضوع پر مضمون لکھنا ہے اور لکھنا بھی ہے صحابہ عظام حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار کی روشنی میں۔ آپ کے والد بھی اوّلین صحابہ کی مقدس جماعت کے فرد تھے آپ میری امداد فرمائیں تو مکرم خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب نے برجستہ فرمایا "میرے والد صاحب میں یہ باتیں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں"۔ انہوں نے یہ فقرہ کچھ اس انداز میں فرمایا کہ مجھے اس مختصر فقرہ میں ذکرِ الٰہی، تسبیح و تحمید، کثرتِ ادائے نوافل، انابت الی اللہ کی کائنات لپٹی ہوئی نظر آئی اور ایک ایک صحابی حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک زندگی کا تصوّر میرے ذہن میں فلم کی طرح گھومنے لگا۔ مَیں اس تصوّر سے دیر تک لطف اندوز ہوتا رہا ——— مَیں نے اپنے تصوّر میں دیکھا یہ مقدس گروہ فرشتوں کی صورت میں حلقہ باندھے اپنے پیارے رب کی تسبیح کر رہا ہے اور اپنے محبوب آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیج رہا ہے اور یوں محسوس ہوا کہ بس ان بزرگوں کا دنیا میں آنا صرف اسی غرض کے لئے تھا۔ اللّٰھمّ صلِّ علیٰ محمّدٍ و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جو خود بھی بفضلہ تعالیٰ صحابی ہیں اپنے والد محترم حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

"میری طبیعت پر بچپن سے یہ اثر تھا کہ والد صاحبؓ نماز بہت پابندی کے ساتھ اور سنوار کر ادا فرمایا کرتے تھے اور تہجد کا التزام رکھتے تھے۔ مَیں اپنے تصوّر میں اکثر والد صاحبؓ کو نماز پڑھتے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھتا ہوں۔ قرآن مجید کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ عشاء کی نماز کے بعد سونے تک اکثر وقت قرآن کریم کی تلاوت میں گزارتے تھے۔"

محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں :۔

"حضرت منشی اروڑا صاحبؓ پنشن پانے کے بعد قادیان جا رہے اور صحیح معنوں میں یہاں دھونی رما کر بیٹھ رہے۔ اپنا سالن آپ پکاتے، لنگر سے روٹی خرید لیتے اور مسجد مبارک میں پہلی صف کے جنوبی گوشے میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا کرتے تھے پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرتے اور اس بات کو برداشت نہ کرسکتے تھے کہ کوئی اور شخص اس جگہ کو روک لے۔ یہ عشق و محبت تھا جو اُس جگہ سے انہیں تازیست رہا"

(اصحاب احمد جلد چہارم صہ ۹)

حضرت منشی عبدالرحمن صاحب کپورتھلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"منشی صاحب صوم و صلوٰۃ اور تہجد کے ہمیشہ پابند رہے۔ بڑھاپے میں بھی یہی معمول رہا۔ پنجوقتہ نماز باجماعت مسجد میں پڑھتے تھے اور ہم نے انہیں کبھی کوئی ناغہ نماز باجماعت میں کرتے نہیں دیکھا۔ یادِ خدا اُن کے چہرے سے عیاں تھی۔ سادگی اور خاکساری اُن کا طبعی وصف تھا" (اصحاب احمد جلد چہارم صہ ۱۵)

اسی طرح اپنے بزرگ والد حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"قرآن مجید سے آپ کو بہت محبت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہوئے آپ بہت دفعہ چشم پُرآب ہو جاتے تھے۔ رمضان کے مہینہ میں اکثر آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ ایک سیپارہ کے متعلق جو رات کو تراویح میں پڑھا جانا ہوتا تھا آپ اُس کے تفسیری نوٹ دن میں لکھتے اور تراویح کے بعد دوستوں کے سامنے سُنا دیتے۔ یہ بڑی لطیف محفل ہوتی تھی"

(اصحاب احمد جلد چہارم صہ ۲)

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "ایک روز کا ذکر ہے کہ صبح کے چار بجے تھے۔ گلابی موسم تھا۔ خاکسار اور منشی محمد خان صاحبؓ مرحوم عاشق مسیح موعودؑ اور منشی ظفر احمد صاحبؓ اور حافظ احمد اللہ خان صاحبؓ ناگپوری و دیگر دو تین اصحاب مسجد میں بیٹھے تسبیح و تہلیل اور درود و استغفار میں مشغول تھے کسی نے اذان خوش الحانی سے دی۔ جب وہ اذان ختم کر چکا تو میرے دل میں ایک جوش پیدا ہوا۔ مَیں نے آہستہ آہستہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فارسی اشعار خوش الحانی سے پڑھنے شروع کئے تو عاشق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زور سے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اُن کے ذوقِ قلبی اور فرمانے پر مَیں نے بلند آواز میں چند شعر پڑھے جس کا ایک مصرعہ یہ ہے ؎

؎ در خشم ہچوں قمر تابم چو قرص آفتاب"

اب آیئے ذرا حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد تازہ کریں۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی تحریر فرماتی ہیں:۔

" نواب صاحب بہت دعائیں کرتے تھے۔ رات کو تہجد میں دعائیں کرتے تو معلوم ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا نور کمرہ میں نازل ہو رہا ہے اور اس طرح دعائیں کرتے اور اسقدر گریۂ زاری کرتے کہ نیند اُڑ جاتی۔ تلاوتِ قرآن مجید کی کثرت کے باعث قریباً تمام قرآنی دعائیں یاد تھیں۔ احادیث کی بھی بہت دعائیں یاد تھیں جو اکثر پڑھا کرتے تھے۔"

مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

" نواب صاحب کے کیریکٹر کے دو پہلو بہت نمایاں تھے۔ آپؓ بڑے عبادت گزار اور بڑے سخی تھے۔" (اصحاب احمد صـ۵۱۷ـ)

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ معمولاً شب بیدار اور تہجد گزار تھے حتیٰ کہ سفر میں بھی التزام رکھتے۔ چنانچہ مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانیؓ سُناتے ہیں کہ منٹگمری و سرگودھا وغیرہ کے سفر میں جو نواب صاحب نے ریاست کی جاگیر کی بجائے مربعے حاصل کرنے کی خاطر کیا تھا آپ باقاعدگی کے ساتھ تہجد ادا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں کہ "مرحوم نمازیں ہمیشہ خشوع خضوع کے ساتھ ادا کرتے اور پابندی کے ساتھ تہجد پڑھا کرتے۔" (الفضل ۲/۵ـ۴۵ـ ۱۳)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا فرماتی ہیں کہ:۔

" آپ تلاوت پابندی سے کرتے تھے اور ماہِ رمضان المبارک میں اس میں اور زیادتی ہوجاتی تھی۔ وہ دُعائیں، وہ رات کو قرآن مجید پڑھنے کی آواز، وہ اُن کی شب بیداریاں اب یاد آتی ہیں تو خیال آتا ہے کہ کیسے بابرکت وجود سے میرا گھر روشن تھا۔ اُس نور اور رحمت اور برکت کی خوشبو سے، جس سے میرا گھر منوّر و معطّر تھا، اب محروم ہے۔"

آرزو دارم کہ خاکِ آں قدم		طوطیائے چشم سازم دم بدم

میرے بزرگ بھائیو! یہ داستان تو بہت لمبی ہے مَیں نے چمن زارِ مسیحِ پاک علیہ السلام کے چند پھولوں کی کچھ کلیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ عشق و محبت کی داستان طویل ہے پر وقت کا دامن بہت تنگ ہے۔ عاشقوں کے متعلق کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

عشق استاکہ درآتشِ سوزاں بنشاند		عشق است کہ برخاکِ مذلّت غلطاند

کس بہر کسے سر ندہد جاں نہ فشاند عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

اب میں قریب ترین زمانہ میں وفات پانے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صاحب کشف و رؤیا صوفی منش صحابی کا بیان فرمودہ نکتۂ معرفت سُنا کر اِس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ جیسا یہ نکتہ انمول ہے ویسے ہی یہ صحابی بھی انمول تھے جن کا نام نامی و اسم گرامی حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:۔

"سلسلہ حقہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے نوازتا ہے اور حاجت برآری کرتا ہے۔ بعض دفعہ عند الضرورت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اور حضورؑ کے دورِ سعادت کے بعد آپؑ کے خلفائے عظام کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتا ہوں اور جس طرح بادشاہ اپنے وزراء اور نائبین کی درخواستوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ قبول کرتے ہیں اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاءِ راشدین کی دُعائیں زیادہ قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہیں اور ہماری حاجت روائی کا باعث بنتی ہیں۔" (حیاتِ قدسی جلد پنجم ص۳۲)

نیز مزید فرماتے ہیں:۔

"چنانچہ اِس رمضان میں بھی جب مَیں نے خاص توجہ سے اِس گراں بار قرض کے اُترنے کیلئے دُعا کی اور دُعا کرتے ہوئے آٹھواں دن ہؤا تو اللہ تعالیٰ کی قدوس ذات میرے ساتھ ہمکلام ہوئی اور اُس پیارے محبوب مولیٰ نے مجھ سے اِن الفاظ میں کلام فرمایا:۔

" اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا قرضہ جلد اُتر جائے تو خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کو بھی شامل کرائے۔"

اِس پر مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی خدمت بابرکت میں لکھا جس پر حضرت اقدس نے فرمایا:۔

" آپ کے لئے ضرور دُعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ آپکا قرضہ جلد اُتار دے۔"

چنانچہ خدا کے فضل و کرم سے یہ قرضہ اُتر گیا۔" (حیاتِ قدسی)

اے خوش آں جو د کہ از خجلتِ وضعِ سائل ❊ لب بہ اظہار نیارند و بہ ایما بخشند

اِس نکتۂ معرفت کے تعلق میں یہ امر خاص غور کے لائق ہے کہ ایسا صوفی منش، عابد و زاہد سلوک کی منازل طے کرنے والا نیک اور بزرگ انسان جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک یہ ہے کہ وہ

اپنے کلام سے اُسے نوازتا ہے، کثرت سے اُس کی دُعائیں سنتا اور اُن کا جواب دیتا اور شرفِ قبولیت بخشتا ہے اُس کی عاجزی اور انکسار کا یہ عالم ہے کہ وہ ان تمام باتوں کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ یہی سمجھتا اور بار بار اس کا اظہار کرتا ہے کہ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے عظام کی توجہ رُوحانی کا اثر اور انہی کا فیض ہے۔

بلاشبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوّلین اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم ان اشعار کے مصداق تھے:-

ظَهَرَتْ عَلَيْهِمْ بَيِّنَاتُ رَسُولِهِمْ ۔۔۔ فَتَمَزَّقَ الْأَهْوَاءُ كَالْأَوْثَانِ
قَدْ آثَرُوْكَ وَفَارَقُوا أَحْبَابَهُمْ ۔۔۔ وَتَبَاعَدُوْا مِنْ حَلْقَةِ الْإِخْوَانِ

کمال صدق ووفاداری اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی راہ میں وہ صدق دکھلایا کہ انہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی آواز آگئی۔ یہ اعلیٰ درجہ کا مقام ہے جو صحابہؓ کو حاصل ہوا یعنی اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالےٰ سے راضی ہو گئے۔ اِس مقام کی خوبیاں اور کمالات الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جانا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ یہ توکّل، تبتّل اور رضا و تسلیم کا اعلیٰ مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کو کسی قسم کا شکوہ شکایت اپنے مولیٰ سے نہیں رہتی۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے سے راضی ہونا یہ موقوف ہے بندے کے کمال صدق و وفاداری اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور طہارت اور کمال اطاعت پر جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے معرفت اور سلوک کے تمام مدارج طے کر لئے تھے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰)

"وہ جلد جلد بڑھے گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا"

حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ رونما ہونیوالے عظیم روحانی انقلاب کی ایک جھلک

(محترم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب ایم۔ایس سی، پی ایچ۔ڈی)

اللہ تعالیٰ جو خلاقِ عظیم ہے اپنی صفتِ خالقیت کے حیرت انگیز جلوے اِس کارخانۂ قدرت میں دکھلاتا رہتا ہے۔جہاں کُنْ فَیَکُوْنُ کے نظارے ہر آن اور ہر ساعت جنتِ نگاہ کا سامان پیدا کرتے رہتے ہیں ہاں فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ کا تدریجی خلق بھی ساتھ ہی چلتا ہے اور مآلِ کار ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کا عظیم الشان اور محکم نظام منصۂ شہود پر آجاتا ہے۔

یہ سلسلۂ تخلیق مادی و روحانی دونوں نظاموں پر حاوی ہے۔اگر ایک طرف زمین و آسمان زینتِ کواکب سے بقعۂ نور بن جاتے ہیں تو دوسری طرف روحانی دُنیا اپنے مایۂ ناز ستاروں کی روشنی سے جگمگا اُٹھتی ہے۔ ان ستاروں کا وجود کوئی حادثہ یا اتفاقی واقعہ نہیں ہوتا بلکہ ان کے پیچھے اُس خلاقِ عظیم کا حیرت انگیز منصوبہ کارفرما ہوتا ہے جس نے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی بشارت ہر مجاہدِ دین کو عطا کی ہے۔

تخلیقِ آدم سے لے کر اب تک بے شمار انبیاء و اولیاء مسیح موعودؑ کی بعثت کی خبر دیتے آئے ہیں اور سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِس موعود کی بشارت اپنی اُمت کو دی۔ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ مسیح ناصری کی طرح مسیحِ محمدی مجرّد نہیں رہے گا بلکہ وہ شادی بھی کرے گا جس کے نتیجہ میں اُسے عظیم الشان اولاد عطا ہوگی۔اس حدیث کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں فرمائی کہ:-

> "یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اُس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اُس کا جانشین ہوگا اور دینِ اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔"
> (حقیقۃ الوحی صہ ۳۱۲)

یہ موعود پسر جس کے لئے جلد جلد بڑھنا اور زمین کے کناروں تک شہرت پانا مقدّر تھا ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوا کہ جس میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے سب سامان مہیا تھے۔سیدنا حضرت

المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۱۲ ر جنوری ۱۸۸۹ء بروز شنبہ اور وفات ۸ ر نومبر ۱۹۶۵ء کو ہوئی۔ یہ پون صدی دُنیا کی تاریخ میں ایک اہم عرصہ ہے۔ روحانی دُنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے ایک انقلاب برپا ہو چکا تھا اور مادی دنیا کے لئے کئی نظریاتی و معاشرتی انقلاب مقدّر ہو چکے تھے۔ یہی وہ عرصہ ہے جس میں یاجوج و ماجوج کے لشکر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ۔ اور اس خون خرابے کے نتیجہ میں اُس روحانی یلغار کے لئے راہ ہموار ہوئی جس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ؎

ہے ساعتِ سعد آئی اسلام کی جنگوں کی ❊ آغاز تو مَیں کر دوں انجام خدا جانے

زمین کے کناروں تک شہرت پانے کے سامان بھی خدا نے ایسے مہیا کئے کہ دُنیا کو ایک شہر کی صورت بنادیا۔ فاصلے مختصر اور سفر آسان ہوگئے۔ اخباروں اور صحیفوں کا انتشار ہوا۔ اور جس ملک کو خدا نے آپ کا مسکن بنایا اُس کے طاقتور حکمرانوں کو بتدریج کمزور اور بالآخر بے بس کر کے واپس اپنے جزیرے میں بھیج دیا۔ پاکستان معرضِ وجود میں آیا اور وہ عظیم الشان رہنمائی جو آپ غیر منقسم ہندوستان میں سب قوموں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص دیتے رہے اب ایک نئی مملکت کے اُبھارنے اور سنوارنے میں کام آئی۔

اگر تحریکِ آزادی بپا نہ ہوتی، اگر ہندو مسلم انگریز کشمکش معرضِ وجود میں نہ آتی تو نہ نہرو رپورٹ شائع ہوتی نہ سائمن کمیشن مقرر ہوتا، نہ کشمیر کی جدوجہدِ آزادی کی صبح ہوتی، نہ مہاسبھائی ہندو شدھی کو فروغ دیتے۔ اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو وہ رہنمائی، وہ بصیرت جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہم وطنوں کو دیتے رہے اور نتیجتاً وہ شہرت جو آپؓ کو اندرون و بیرونِ ہندوستان نصیب ہوئی کیسے ظاہر ہو سکتی تھی۔ یہ سب واقعات اُس خدائی منصوبہ کا ایک حصہ ہیں جس میں حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کی ذہانت و فطانت آپؓ کی روحانی قیادت اور بالغ نظری کو الم نشرح کرنا مقصود تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کا وہ نشان پورا ہو جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت الحاح اور تضرّع سے دُعائیں کی تھیں۔

اُوپر کے چند واقعات تو ہندوستان کی سیاست و معاشرت سے لئے گئے ہیں مگر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصل جولانگاہ تو وہ رُوحانی میدانِ کارزار ہے جس کے آپؓ ایک عظیم شہسوار ہیں۔ اس میدان میں آپؓ کے کارنامے اس مختصر سے مضمون میں گنوائے نہیں جا سکتے صرف چند ایک کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ کجا وہ وقت کہ آپؓ خلیفہ منتخب ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ بمشکل قوم کے بیسویں حصہ نے خلیفہ تسلیم کیا ہے اور کجا یہ کہ چند سال بعد ہی اپنے اور پرائے مُلکی اور غیر مُلکی آپؓ کی قیادت کو عزّت

کے ساتھ یاد کرنے لگتے ہیں۔ خلافت کے ابتدائی ایام کے متعلق خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں:-

"تیسری پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اسلام کی تبلیغ اس کے ذریعہ سے مختلف ملکوں میں ہوگی۔ یہ پیشگوئی بھی ایسے رنگ میں پوری ہوئی ہے کہ دشمن سے دشمن بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ جب خلافت کے مقام پر خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا اُس وقت جماعت کی یہ حالت تھی کہ خزانے میں صرف چند آنے تھے اور اٹھارہ ہزار روپیہ قرض تھا۔ مالی حالت ایسی کمزور تھی کہ وہ اشتہارات جو ہم غیر مبایعین کے جواب میں شائع کرنا چاہتے تھے اُن کے لئے بھی ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ اشتہارات تو ہم لکھ سکتے تھے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اُن اشتہارات کے شائع ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ ابتداء ہونے کی وجہ سے چندہ کی تحریک بھی نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ ڈر تھا کہ لوگ گھبرا نہ جائیں۔ اِسی فکر میں مَیں تھا کہ ہمارے نانا میر ناصر نواب صاحبؓ میرے پاس آئے اور کہنے لگے شاید تمہیں اشتہارات کے متعلق یہ خیال ہوگا کہ ان کی اشاعت کے لئے روپیہ کہاں سے آئے گا میرے پاس اِس وقت دار الضعفاء کا چندہ ہے یہ لے لو جب روپیہ آئے تو واپس کر دینا۔ چنانچہ انہوں نے پانچ سو روپیہ کی تھیلی میرے سامنے رکھ دی۔ اِس طرح جو چندہ ملا اُس سے وہ پہلا اشتہار شائع کیا گیا جس کا عنوان ہے

"کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے"

پھر ایسی حالت میں جبکہ جماعت کے بڑے بڑے لیڈر میرے مخالف تھے اللہ تعالےٰ نے میرے ذریعہ یہ اعلان کرایا کہ لَيُمَزِّقَنَّهُمْ اللہ تعالیٰ اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ غرض ایک طرف تو یہ اعلان شائع ہوا کہ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے، اور دوسری طرف یہ اعلان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اُن کی جمعیت کو پراگندہ کر دے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا فرما دیئے کہ نہ صرف ہمیں اپنی حالت کو سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائی بلکہ باہر کی جماعتوں کو مضبوط کرنے کی بھی اُس نے طاقت دی۔"

پھر فرماتے ہیں:-

"اِس طرح میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کی جو تبلیغ ہوئی ہے وہ ساری دُنیا پر حاوی

ہو جاتی ہے۔ ان میں سے کئی مقامات ایسے ہیں جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی بڑی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔

غرض دُنیا کے چاروں کونوں میں احمدیت میرے زمانے میں اور میرے ذریعے سے پھیلی اور ہزارہا لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے آشنا نہ تھے، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے آشنا نہ تھے جو اسلام کے دشمن، عیسائی مذہب کے پَیرو یا بُت پرست تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو میرے ذریعہ سے اسلام میں داخل کیا اور اِس طرح مجھے اس پیشگوئی کو پُورا کرنے والا بنایا جو مصلح موعود کے متعلق کی گئی تھی کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔"

زمین کے کناروں تک آپؑ کی شہرت کے پھیل جانے کا ثبوت ان تبصروں اور آراء سے بخوبی مل سکتا ہے جو وقتاً فوقتاً یورپ، امریکہ اور انگلستان کے مذہبی محققوں کی طرف سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں سے چند اقتباسات اِس وقت آپ احباب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

سوئٹزرلینڈ کا مشہور روزنامہ (BERNER TAGBLATT) اپنی ۱۱ر جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

"۔۔۔۔ اِس دَوران میں یہ جماعت دُنیا کے اور بہت سے حصّوں میں بھی پھیل گئی ہے۔ جہاں تک یورپ کا تعلق ہے لنڈن، ہمبرگ، فرانکفرٹ، میڈرڈ، زیورک اور سٹاک ہالم میں اب اِس جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس اینجلز، نیویارک، پٹس برگ اور شکاگو میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں۔ اس سے آگے گریناڈا، ٹرینیڈاڈ اور ڈچ گی آنا میں بھی یہ لوگ مصروفِ کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، لائبیریا اور مشرقی افریقہ میں بھی اُن کی خاصی جمعیت ہے۔ مشرقِ وسطیٰ اور ایشیا میں سے مسقط، دمشق، بیروت، مارشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو، رنگون، سنگاپور، اور انڈونیشیا میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ سے قبل ہی قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن اور انگریزی میں پُورے قرآنِ مجید کے تراجم عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ اِسی طرح عنقریب روسی ترجمہ بھی منظرِ عام پر آنیوالا ہے۔

اس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے۔ یعنی یہ کہ رُوئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوعِ انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے گا۔ وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔ اس کے ذریعے یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوت کے رشتے میں منسلک کر کے دُنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوع انسان اسلام کی آغوش میں آکر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دُنیا پر اس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوعِ انسان کی رُوحانی تاریخ کے عجیب و غریب واقعات میں سے ایک عجیب و غریب واقعہ اور نشان ہے ــــــ"

انگلستان کے ایک نہایت مؤقر جریدہ "ایسٹرن ورلڈ" میں مشہور یوگوسلاوی فاضل سٹینکو۔ ایم۔ ووجیکا (Stanko - M - Vujika) کا ایک مبسوط مقالہ شائع ہوا ہے۔ پروفیسر سٹینکو یوگوسلاویہ کے علاقہ بوسینا میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے وی آنا اور آنسبرگ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۵ء امریکہ کی ریاست پنسلوانیہ میں ولکیز کالج (Wilkes College) میں شعبۂ فلسفہ و مذہب کے صدر ہیں۔ ۶۱-۱۹۶۰ء میں وہ مذاہبِ عالم کے تقابلی مطالعہ اور موازنہ کی غرض سے "فلبرائٹ ریسرچ سکالر" کی حیثیت سے پاکستان آئے تھے۔ امریکی یونیورسٹی کے اس یوگوسلاو پروفیسر نے امریکہ واپس جا کر ایک مبسوط مقالہ لکھا جس کا عنوان ہے "The Ahmadiyya Movement in Islam" جو کہ "ایسٹرن ورلڈ" کے شمارہ بابت دسمبر ۱۹۶۱ء میں صفحات ۱۶ تا ۲۰ پر شائع ہوا۔ اس انگریزی مقالہ کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ پروفیسر سٹینکو رقمطراز ہیں :-

"ــــــ قادیان گروپ کو آج بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تقسیم برصغیر کے بعد سے ربوہ اس گروپ کا (ثانوی) مرکز ہے جو مغربی پاکستان میں واقع ہے۔ اس گروپ کی قیادت ۱۹۱۴ء سے بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے فرزند مرزا بشیر الدین (محمود احمد) کے ہاتھ میں ہے۔ بالعموم آپ کے پیرو آپ کو احتراماً "حضرت صاحب" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ ہی سے ایک اولوالعزم لیڈر اور زرخیز دماغ مصنف واقع ہوئے ہیں اور اپنے والد کی طرح آپ کو بھی دعویٰ ہے کہ آپ تعلق باللہ کے ایک خاص مقام پر فائز ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک جگہ اپنے متعلق ذیل کی عبارت لکھی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو میرے ذریعہ سے دُنیا بھر میں پھیلا دیا.... اور بیسیوں موقع پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا...... دُنیا کا کوئی علم نہیں جو اسلام کے خلاف آواز اُٹھاتا ہو اور اس کا جواب خدا تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم سے ہی نہ سمجھا دیا ہو" (دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی)

"..... ربوہ میں سب سے زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ بیرونی مشنوں کو کنٹرول کرنے والے دفتر (وکالت تبشیر) میں دیکھنے میں آتا ہے۔ احمدیوں نے اپنے آپ کو اسلام کے پیغام کو دُنیا بھر میں پھیلانے کے مقصد کے لئے دل و جان کے ساتھ وقف کر رکھا ہے۔ اسلام کی اشاعت کو وہ ہر مسلمان کا بنیادی فرض تصوّر کرتے ہیں۔ ربوہ میں باقاعدہ ایک مشنری کالج (جامعہ احمدیہ) ہے جو بیرونی ممالک کے لئے مبلغین تیار کرتا ہے اور اسی طرح بیرونی ممالک سے آنے والے نومسلموں کو اسلامی علوم سے بہرہ ور کرتا ہے۔ بیرونی مشنوں کو کنٹرول کرنے والا دفتر نشر و اشاعت کے میدان میں بھی انتہائی طور پر سرگرم واقع ہوا ہے۔ انگریزی ماہنامہ "دی ریویو آف ریلیجنز" کے علاوہ جسے اس کے باقاعدہ اور مستقل آرگن کی حیثیت حاصل ہے یہ اس قدر کثیر تعداد میں کتابیں، چھوٹے چھوٹے رسالے اور پمفلٹ شائع کرتا ہے کہ جنہیں دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ یہ تمام لٹریچر اسلامی دُنیا اور غیر اسلامی دُنیا دونوں کے نقطۂ نظر سے شائع کیا جاتا ہے اور مقصد اس کی اشاعت سے یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو احمدیت کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔

احمدیوں کا یہ مطمح نظر کہ وہ مغرب کی عیسائی دُنیا کو اپنے مخصوص اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر ہی دم لیں گے بظاہر ایک دیوانے کی بڑ نظر آتا ہے۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی تنظیم جس کا مرکز پاکستان میں ہے اور جو اپنے محدود وسائل سے کام لیکر مغرب کے متموّل اور ذی ثروت ممالک میں تبلیغ اسلام کی انتہائی گراں بار ذمہ داری کو نبھانے میں کوشاں ہے اس کی اس قسم کی توقعات بظاہر مایوس کُن دکھائی دیتی ہیں بایں ہمہ یہ اُس زبردست یقین اور جذبہ و جوش کی آئینہ دار ضرور ہیں جس سے یہ لوگ مالا مال ہیں۔ اِس مقصد کے حصول میں ابھی انہیں ایک معتدل حد تک کامیابی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ دُنیا کے مختلف حصوں میں ان کے تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے علاوہ یورپ میں بھی انگلستان، فرانس، اٹلی، سپین، ہالینڈ، جرمنی، ناروے اور سویڈن میں ان کے باقاعدہ مشن ہیں۔ جنوبی امریکہ کے ممالک میں سے یہ لوگ ٹرینیڈاڈ

برازیل اور کاسٹاریکا میں موجود ہیں۔ اسی طرح ایشیائی ممالک میں سے سیلون، برما، فلپائن، انڈونیشیا، ایران، عراق، اور شام میں بھی ان کے مبلغ مصروفِ کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے مصر، زنجبار، تنگانیکا، سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، مراکش اور مارشیس میں بھی ان کی جماعتیں قائم ہیں۔

سیرالیون کی نئی جمہوریہ مغربی افریقہ میں احمدیہ تحریک کے لئے ایک منتخب خطہ کی حیثیت رکھتی ہے اپنے پاکستانی مرکز کی رہنمائی میں اس تحریک نے اس چھوٹی سی مملکت کے اندر خاصہ اثر و نفوذ حاصل کر لیا ہے۔

احمدیت اپنے آپکو زمانۂ جدید کی ایک اسلامی تحریک کے طور پر پیش کرتی ہے اور اس امر کی دعویدار ہے کہ وہ دنیا کے ہر حصہ میں نبرد آزما ہوتے ہوئے اسلام کے ایک نئے علمبردار کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا کہ اب تک اس تحریک میں کتنے لوگ داخل ہو چکے ہیں مشکل ہے تاہم احمدیوں کے اپنے اندازہ کے مطابق پاکستان اور ہندوستان میں ہی انکی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔

پاکستان میں میں نے اس جماعت میں بیسیوں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ذہین لوگ دیکھے۔ اسی طرح کامیاب تاجروں کی ایک خاصی تعداد بھی مجھے ان میں نظر آئی ...... انکی طاقت کا راز یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ ایک نہایت ہی گھُلی ملی منتظم و مربوط جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں عزم و ارادہ، للّٰہیت اور یقین کا ایک غیر معمولی جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس بارہ میں کم از کم میرا ذاتی تجربہ یہی ہے۔ ایک دن پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں مجھے احمدیت سے متعلق ایک کتاب تلاش کرنے میں دقت پیش آرہی تھی وہاں اس وقت دس یا پندرہ طالب علم بھی تھے لائبریرین سے میری گفتگو شاید ان کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ ان میں سے تین طالبعلم یکدم آگے بڑھے اور میری مدد کے لئے میرے پاس آن موجود ہوئے۔ ان سے پتہ چلا کہ وہ احمدی ہیں۔ انہوں نے بلا توقف میرا رابطہ اپنے بعض ایسے آدمیوں سے قائم کروا دیا جنہیں میں نے اپنی مدد کے لئے حد سے زیادہ مستعد پایا۔ مجھے جو کچھ درکار تھا وہ مہیا کرنے کے لئے تیار تھے۔ ہوٹلوں میں، ریلوے سٹیشنوں پر حتّٰی کہ کرکٹ کے میدانوں میں بھی، الغرض جہاں کہیں میں گیا کوئی نہ کوئی احمدی مجھے ملتا رہا۔ مذہبی یکجہتی اور یکرنگی کا یہ جذبہ ہی ہے جو احمدیوں کو مسلم سوسائٹیوں میں نمایاں کر دیتا ہے وہ یقیناً اپنی تعداد کی نسبت سے کہیں بڑھ کر اثر پیدا کر دکھاتے ہیں۔

ایک مذہبی فرقے کے لیے بلحاظ تعداد اسکے افراد کا کم ہونا یا اسکے معتقدات کی مخصوص نوعیت جو دوسروں کے لئے پورے طور پر قابلِ فہم نہ ہو نقصان کا موجب نہیں ہوا کرتی۔ ایسے فرقے صدیوں تک زمانے کے حالات سے نبرد آزما رہنے کے انداز سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مذاہب کی تاریخ ایسے چھوٹے چھوٹے فرقوں کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے جنہوں نے زمانے کے اُتار چڑھاؤ اور اکثریت

کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ہستی کو برقرار رکھا۔ اس بات کا امکان ہے کہ احمدیت بھی مستقبل میں اسی طرح نمایاں طور پر پھلے پھولے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلامی دنیا مغرب کی لادینی ثقافت کے زیر اثر ادھر اُدھر بھٹک رہی ہے احمدیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی تحریک اسلام کو اس طور سے پیش کرتی ہے جو دنیائے جدید کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ پھر وہ اسلام کی آخری فتح کے بارہ میں نہایت درجہ پُر اعتماد ہیں۔ ایسی صورت میں احمدیت ان نئی نسلوں کے لئے دلکش اور جاذبِ نظر ثابت ہو سکتی ہے جو اصلاحِ حال کے پیشِ نظر نئے اندازِ فکر کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔"

امریکی سیاح مسٹر دلارڈ پرائس اپنی حالیہ انگریزی کتاب "ناقابلِ یقین افریقہ" (Incredible Africa) میں رقمطراز ہیں:۔

"۔۔۔ اسلام افریقہ میں عیسائیت کی نسبت تین گنا زیادہ تیز رفتاری سے پنپ رہا ہے۔ باہر کے کسی مذہب کو قبول کرنے کا سوال ہو تو اہلِ افریقہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ وہ اس بارہ میں مسلمانوں کی طرف رجوع کریں جن کا بجز اپنے مذہب کی اشاعت کے افریقہ کے ساتھ اور کوئی مفاد وابستہ نہیں۔ یورپین آبادکاروں کے متعلق ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیں بائبل تو دیتے رہے لیکن ساتھ ساتھ اس کے عوض میں ہمیں ہماری زمینوں سے محروم کرتے رہے۔ عیسائی منادڈاکٹر بلی گراہم نے افریقہ کے دورہ سے واپس آکر وہاں عیسائیت کے زوال کی پیشگوئی کی ہے اور کہا ہے کہ وقت آنیوالا ہے کہ جب افریقہ میں عیسائیوں کو جان بچانے کے لئے غاروں اور زمین دوز خفیہ مقامات میں پناہ لینی پڑیگی۔" (ترجمہ از "ناقابلِ یقین افریقہ" صفحہ ۱۹)

سمالی ری پبلک کے صدر ہزایکسی لنسی عبداللہ عثمان نے گھانا میں جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشن کی مساعی اور اسلامی خدمات کا اعتراف مشن کی کتاب (کتاب زائرین) میں ان الفاظ میں خود اپنے قلم سے رقم فرمایا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

"۔۔۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ گھانا میں نہ صرف ایک مسلم تبلیغی مشن برسرِکار ہے بلکہ اس کو نمایاں اور عظیم الشان کامیابی بھی نصیب ہو رہی ہے۔ فی زمانہ اسلام کی لازوال تعلیمات، اس کے مقدس نظریات اور اس کے عام فہم دلائل کو پھیلانے اور فروغ دینے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ منظم تبلیغی جدوجہد اور تربیت یافتہ مبلّغین کی ازحد قلت تھی۔ اس سلئے احمدیہ مشن کی مساعی سے آگاہی میرے لئے بہت خوشی کا موجب ہوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ

کے حضور میری یہ دُعا ہے کہ وہ ان کی عظیم کوششوں میں برکت ڈالے اور اپنی تائید سے نوازے موجودہ انسانیت کے پریشان کن حالات میں اسلام جو عظیم الشان خدمت بجالا سکتا ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ مشن کی ان مساعی کو بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا اور ان کی حمایت کی جائے گی۔ یہ عظیم الشان مساعی تعریف، وتوصیف اور تائید و حمایت کی بجا طور پر مستحق ہیں۔" (ترجمہ از انگریزی)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلبۂ اسلام کے ضمن میں عظیم الشان کارناموں اور ان کارناموں کی وجہ سے حسب پیشگوئی زمین کے کناروں تک آپؓ کی شہرت پھیلنے اور دُنیا کی سر برآوردہ ہستیوں کے اعتراف پر مشتمل اِن بیانات کو پڑھ کر دل والہانہ جذبہ کے ساتھ پکار اُٹھتا ہے کہ اِس نئی اُبھرتی ہوئی دنیا یعنی عظیم الشان روحانی انقلاب کا خالق تو وہی خلاق العلیم ہے جو احسن الخالقین ہے جس نے خاتم النبیین حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو قیامت تک کے لئے ممتد کیا۔ پھر خدائی وعدوں کی تکمیل کے بموجب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس انقلاب کو منصّہ شہود پر لانے کا وسیلہ ہیں جن کے ذریعہ اسلام کی بعثتِ ثانیہ ظہور میں آئی اور آپؑ ہی کی نیابت میں آپؑ کا فرزندِ دلبند گرامی ارجمند رضؓ اسکا وسیلہ ہے جس کے سر پر خدا کا سایہ تھا جو جلد جلد بڑھا ایک آبشار کی صورت میں پہاڑوں کو چیرتا، پتھروں کو راہ سے ہٹاتا آخرکار کامیابی و شہرت کے میدان میں ایک اتھاہ سمندر کی مانند داخل ہو گیا۔ "وکان امراً مقضیّاً"۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

"خدا نے مجھے اِس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلے میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دیدوں۔ دنیا زور لگالے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے، عیسائی بادشاہ بھی اور اُنکی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اِس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے اُنکے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دیگا اور خدا میرے ذریعے سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کریگا اور اُسوقت تک دنیا کو نہیں چھوڑیگا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔" ☆ (حوالہ)

اِقتصادی مشکلات کا حل اِسلام کی رُو سے

(مکرم جناب خالد سیف اللہ صاحب بی۔ایس سی (انجنیئرنگ) لائل پور)

موجودہ زمانہ میں مادہ پرستی، مذہب سے دوری، سودی کاروبار، بنکنگ انشورنس، امراء کی جلب زر کی ہوس اور بخل اور غرباء کی ضروریات سے بے نیازی نے مختلف طبقات میں ایسا معاشی تضاد پیدا کر دیا ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس تضاد کو آبادی کی کثرت، رسل و رسائل کی سہولت اور عام تعلیمی و سیاسی بیداری نے مزید نمایاں کر دیا ہے۔ معاشی تضاد نے معاشی بدحالی اور بد اطمینانی کو جنم دیا ہے اور دنیا کو جسمانی اور ذہنی تکالیف کی بھٹی میں جھونک دیا ہے۔

دنیا کے اِن مصائب کا حل تلاش کرنے کے لئے انیسویں صدی میں کئی معاشی نظام وجود میں آئے اور بیسویں صدی کی ابتداء سے ہی دنیا بھر کی توجہ اِن مسائل پر مرکوز ہو گئی اور اپنے اپنے نظام کی کامیابی کے لئے کوششیں تیز تر ہو گئیں۔ گزشتہ دو عالمی جنگوں نے اِس عمل کو اور بھی تیز کر دیا اور دُنیا واضح طور پر دو بڑے بڑے باہم متصادم اقتصادی اور سیاسی نظاموں میں بٹ گئی۔

اقتصادی مشکلات

اصل مسئلہ بنی نوعِ انسان میں اموال، پیداوار اور ذرائع پیداوار کی منصفانہ تقسیم کا ہے خواہ یہ طوعی طور پر ہو یا قانونی طور پر۔ ہر شخص کو روٹی، کپڑا، سر چھپانے کو مکان، بیماری کی صورت میں علاج کی سہولتیں، بڑھاپے اور کمائی کے نااہل ہو جانے کی صورت میں وظیفہ، بچوں کے لئے تعلیم کا انتظام اور اچانک موت کی صورت میں بیوی بچوں کی کفالت، بے روزگاروں کے لئے روزگار اور بے کاری کی صورت میں گزارہ کے لئے وظیفہ وغیرہ وہ بنیادی ضروریاتِ زندگی ہیں جن کا ہر شخص جائز طور پر مطالبہ کرتا ہے اور جو بھی حکومت یا سیاسی یا اقتصادی نظام ہو اس کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی مذکورہ بالا ضروریات کو مہیا کرنے کی کوشش کرے۔

قبل اس کے کہ یہ بتایا جائے کہ اسلام ان اقتصادی مشکلات کا کیا حل پیش کرتا ہے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رائج الوقت نظاموں کا مختصر طور پر تعارف کرایا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ ان کا کیا حل پیش

کرتے ہیں تاکہ ان کے حُسن و قبح پر یکجائی نظر ڈالی جاسکے اور اسلام کے پیش کردہ حل سے موازنہ کیا جاسکے۔

جدید نظامِ سرمایہ داری (CAPITALISM)

امریکہ اور برطانیہ اِس نظام کے علمبردار ہیں۔ اِس نظام کے بنیادی اصول حسب ذیل ہیں:-

۱۔ **بے قید معیشت** (Free Enterprise) یہ اِس کا سب سے اہم بنیادی اصول ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ فطری قوانینِ معیشت کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور کسی قسم کی خارجی مداخلت سے احتراز کیا جائے۔ پیداوار اور اس کی تقسیم خود بخود قوانینِ فطرت کے تحت ہوتی رہیگی بشرطیکہ تمام شہریوں کو ترقی کرنے اور وسائلِ پیداوار کے استعمال کی آزادی حاصل رہے۔

۲۔ **شخصی ملکیت کا حق**۔ انفرادی ملکیت کا حق ذاتی استعمال کی چیزوں کے علاوہ ذرائع پیداوار یعنی زمین، مشینری، خام مال اور آلات وغیرہ پر بھی تسلیم کیا گیا۔

۳۔ **ذاتی نفع کا لالچ** بوجہ محرکِ عمل ہونے کے تسلیم کیا گیا۔

۴۔ **آزادیٔ عمل و سعی کا حق**۔ تمام معاملات آزادانہ طے ہوں اور سرمایہ دار جس طرح چاہے اپنے سرمایہ یا ذرائع پیداوار سے فائدہ اٹھائے۔ مثلاً اجناس کے بھاؤ اور مزدوروں کی اُجرت جو چاہے مقرر کرے۔

۵۔ افراد اور کمپنیوں میں کھُلے مقابلہ کی اجازت ہو۔

۶۔ سرمایہ دار اور مزدور اپنی اُجرت کا فیصلہ خود ہی کام کی کیفیت اور کمیت (Quality and Quantity) کے مطابق کریں۔

۷۔ حکومت زراعت، تجارت (اندرون و بیرونِ مُلک) صنعت وغیرہ میں دخل اندازی نہ کرے۔ صرف مناسب سہولتیں بہم پہنچائے۔

۸۔ سُود اور موجودہ صورت میں بنکنگ اور انشورنس وغیرہ جو دولت کے چند ہاتھوں میں جمع کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں اس کا حق بھی افراد اور کمپنیوں کو دیا گیا۔

سرمایہ داری نظام کے نقائص

۱۔ بے قید معیشت کی حمایت میں اگرچہ "فطری قوانین" (Laws of Nature) کو پیش کیا گیا تھا لیکن عملاً اس پر بہت کم عمل ہوا۔ بڑی بڑی کمپنیوں کی اجارہ داریوں نے کھُلے مقابلہ کے دائرہ کو تنگ کر دیا اور اِس طرح آزادیٔ سعی کے حق کے غلط استعمال کو حدِ اعتدال کے اندر رکھنا ممکن نہیں رہنے دیا۔ اِسی طرح بڑی بڑی کمپنیوں نے

پبلک (جو خریدار تھی)، مزدوروں اور حکومت تینوں کے خلاف جتھہ بندی کر لی اور اپنی مرضی سے احتکار (Hoarding) وغیرہ کے ذریعہ سے اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کی تاکہ اُن کے دام بڑھ جائیں تو فروخت کر دی جائیں۔ اِس طرح فطری قوانین کے عمل کو روک دیا گیا اور بڑی بڑی کمپنیوں نے چھوٹی کمپنیوں اور افراد کے کاروبار کو فیل کر دیا۔

۲۔ **بے روزگاری**: مشینوں کی ایجاد نے بے روزگاری کا مسئلہ پیدا کر دیا لیکن سرمایہ دار نے اِس کا حل سوچنے کی بجائے اِس سے بھی ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ بے روزگاری کی وجہ سے مزدوروں کو اُن کے کام کی کیفیت اور کمیت کے مطابق معاوضہ نہ دیا گیا حالانکہ اس کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ مزدور بوجہ بے روزگاری کم اُجرت پر کام کرنے پر مجبور ہو گئے اور سرمایہ دار نے مزید دولت جمع کر لی۔

۳۔ سرمایہ دار مصنوعی طور پر قیمتیں چڑھانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ مثلاً:-

(ا) ذخیرہ اندوزی سے رسد (Supply) کم اور مانگ (Demand) زیادہ کر دینے سے۔

(ب) سٹہ بازی سے (ج) سامانِ تعیش اور لغو اشیاء کی ترویج کے ذریعہ (د) اشتہار بازی پر بے تحاشہ روپیہ خرچ کرنے سے۔ جس کا اثر قیمتوں پر پڑتا ہے اور صارفین پر بوجھ پڑتا ہے۔

۴۔ کمزور اور پسماندہ ممالک کو سُودی قرضے دے کر اور ان قرضوں میں اپنے ہی ملک کی مصنوعات مہنگے داموں فروخت کرنے سے۔

۵۔ سُود، بنکنگ اور انشورنس کے ذریعہ کاغذی ہیرا پھیری کے ساتھ عوام ہی کے روپیہ سے چند سالوں میں لاکھ پتی سے کروڑ پتی بن جاتے ہیں اور اِس طرح معاشی تضاد مزید نمایاں ہوتا ہے۔ (اس کی تفصیل کا یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا)۔

اِس نظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہوتی گئی اور امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہوتے گئے۔ نتیجۃً عوام کی قوتِ خرید میں کمی واقع ہو گئی اور کساد بازاری شروع ہو گئی۔ اشیاء کی کھپت میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے سرمایہ داروں کے سرمایہ کی گردش پر زد پڑنے لگی۔ اِس کا ازالہ غریب افراد اور اقوام کو اپنے حلقۂ اثر میں داخل کرنے، ان کو سُودی قرضے مہیا کر کے اُن کی قوتِ خرید بڑھانے اور اِس طرح اپنا مال بیچنے اور اُن کو اپنی مصنوعات کی منڈیاں بنانے کی طرف توجہ ہوئی۔ نئی منڈیاں تلاش کرنے کے لئے بڑے بڑے ممالک کے درمیان مقابلہ شروع ہوا۔ اِس کے لئے سیاسی دباؤ بھی استعمال کیا جانے لگا۔ اِسی دَوڑ نے نوآبادیاتی نظام کو جنم دیا اگرچہ اس کی شکل بدلتی گئی۔

ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا نقائص کی بناء پر سرمایہ داری نظام نے بجائے اقتصادی مشکلات کو حل

کرنے کے مزید پیچیدگیاں پیدا کر دیں۔

سوشلزم اور کمیونزم

سرمایہ داری نظام کی خرابیوں کو دُور کرنے کے لئے سوشلزم اور کمیونزم معرضِ وجود میں آئے۔ روس، چین اور اُن کے ہم نوا اس نظام کے علمبردار ہیں۔ اِس نظام کے وکیل اس کا فلسفہ اِس طرح بیان کرتے ہیں۔

اشتراکیت کے نظام کا خلاصہ

۱۔ پیداوار اور ذرائع پیداوار۔ دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع افراد سے چھین کر حکومت کی تحویل میں دے دیئے جاتے ہیں۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی اجارہ داریاں طاقت کے استعمال سے ختم کر دی جاتی ہیں۔

۲۔ کام اور اُجرت۔ سوشلزم کا دعویٰ ہے کہ ہر ایک سے اُس کی قابلیت کے مطابق کام لیا جائے اور ہر شخص کو اس کے کام کی کیفیت اور کمیت کے مطابق معاوضہ دیا جائے جبکہ کمیونزم جو اشتراکیت کی ہی دوسری منزل ہے اس کا اصول ہے کہ ہر شخص سے اُس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جائے اور ہر شخص کو اسکی ضرورت کے مطابق دیا جائے۔

۳۔ فلسفۂ محنت۔ سماجی نظام پیداوار پر مبنی ہے جو محنت کے ذریعہ ذرائع پیداوار سے حاصل کی جاتی ہے۔ چونکہ پیداوار محنت کی مرہونِ منّت ہے اِس لئے "محنت ہی دنیا کی حکمران ہو گی"۔ لہٰذا سماج کی ارتقاء کے تین بنیادی عناصر بیان کئے گئے۔ اوّل انسانی محنت، دوم موضوعِ محنت یعنی وہ چیزیں جن پر انسان اپنی محنت صرف کرتا ہے، سوم ذرائع محنت یعنی وہ آلات جن کی مدد سے انسان کسی چیز پر اپنی محنت صرف کرتا ہے۔ ذرائع پیداوار بطور جسم کے ہیں اور انسانی محنت بمنزلہ جان کے۔

۴۔ قدرِ زائد (Surplus Value) ایک انسان دوسرے انسان کی "زائد محنت" پر قبضہ کر کے سرمایہ دار بنتا ہے۔ ایک مزدور جو اُجرت پاتا ہے وہ صرف اُس کام کے مطابق ہے جو وہ دن کے ایک حصّہ میں سرانجام دیتا ہے۔ دن کے دوسرے حصّہ میں وہ سرمایہ دار کے لئے مفت کام کرتا ہے اور اِس طرح استحصال کرنے والا طبقہ زیرِ استحصال طبقے کی "زائد محنت" پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف مٹھی بھر گروہ ہے جس کے ہاتھ میں تمام دولت اور ذرائع پیداوار ہیں یعنی بورژوا طبقہ،

اور دوسری طرف غریب لوگوں کی کثیر تعداد ہے جن کے پاس نہ تو ذرائع پیداوار ہیں نہ وسائل زندگی یعنی پرولتاری طبقہ۔ مزدوروں کی واحد ملکیت اُن کی قوتِ محنت ہوتی ہے۔ چونکہ سرمایہ دار کے پاس دولت مزدوروں کی "زائد محنت" کے نتیجہ میں جمع ہوتی ہے لہٰذا اِس "زائد محنت" کا حقدار ریاست (State) کو بنایا گیا تاکہ سب عوام اس سے مستفید ہوں۔ کارل مارکس نے اپنی کتاب "سرمایہ" میں اِس نکتہ کو بطورِ خاص بیان کیا ہے۔

۵۔مادّی فلسفہ۔ کمیونزم فلسفۂ مادیت پر مبنی ہے۔ اخلاق، روحانیت اور مابعد الطبیعات کی قائل نہیں۔ لہٰذا کمیونزم انقلاب کی راہ ہموار کرنے کے لئے بجائے وعظ و نصیحت، اخلاق اور مذہب کا سہارا لینے کے معاشی تضادیے اطمینانی، توڑ پھوڑ، مذہب سے دُوری اور باغیانہ نعروں اور جبر سے کام لیتی ہے۔

کمیونزم کے نظام کے نقائص

مختصراً اِس نظام کے نقائص حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ انفرادی آزادی کا خاتمہ۔ انفرادی آزادی انسانی قابلیت کی نشوونما کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ مگر کمیونزم انفرادی جدوجہد کا راستہ بند کرتی ہے، مسابقت کے فطری جذبہ کو کچلتی ہے اور انفرادی جدوجہد کے جذبہ کو کمزور کر کے ترقی کے سب سے بڑے فطری محرّک کو مٹاتی ہے۔

۲۔مذہبی لحاظ سے اعتراضات:۔ کمیونزم پر مذہبی لحاظ سے بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ طوعی قربانیاں جو اُخروی زندگی کی فلاح کے لئے ضروری ہیں اُن کے لئے افراد کے پاس ذرائع اور پیسے رہنے ہی نہیں دیئے جاتے۔ اس کے نزدیک مادی اور جسمانی مشقت کے کام ہی کام متصور ہوتے ہیں لیکن مذہبی کام کو کام ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اِس نظام میں مذہب، روحانیت اور مابعد الطبیعیات کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ دین کے لئے زندگی وقف نہیں کی جا سکتی۔ مذہبی مبشرین، واعظین اور علماء کا اِس میں کوئی مقام نہیں۔ ہر شخص حکومت کا ملازم ہے اور اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہے۔ گویا صرف روٹی کپڑے کی خاطر انسان کو ایک وسیع جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف روٹی کپڑا ہی انسان کو ذہنی سکون نہیں بخش سکتا۔ عموماً زیادہ خودکشیاں زیادہ امیر ملکوں ہی میں ہوتی ہیں قلبی اطمینان خدا کی عبادت اور اس کی رضا میں راضی رہنے پر ہی ملتا ہے۔ لیکن کمیونزم مذہب کو افیون سمجھتا ہے جس کے کھانے پر انسان اپنی حقیقی تکلیف اور درد سے غافل

ہو جاتا ہے۔

اس نظام میں مذہبی تعلیم کا سرے سے کوئی انتظام نہیں کیونکہ سوفی صدی سکول گورنمنٹ کے قبضہ میں ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہاں کے تعلیمی ادارے صرف دہریہ ہی پیدا کر سکتے ہیں۔ یہ نظام روحانیت کو مٹا کر دہریت اور مادیت کا بیج بوتا ہے۔

وجوہات مندرجہ بالا کی بناء پر کوئی مسلمان بلکہ کوئی ایسا انسان بھی جسے مذہب سے حقیقی تعلق ہو ایسے نظام کے ماتحت زندگی گزارنا پسند نہیں کر سکتا۔

۳۔ کمیونزم کا انفرادی حقِ ملکیت سے انکار:۔ اپنے خون پسینے کی کمائی اور اس کے نتیجہ میں حقِ ملکیت حاصل کرنا ہر انسان کا فطرتی حق ہے جس کے ادا کرنے سے کمیونزم انکاری ہے۔

۴۔ کمیونزم تحریک کے نتیجہ میں علمی ترقی کی بندش:۔ انفرادی حریت کو مٹانے کا لازمی نتیجہ تدریجاً ذہنی تنزل کی شکل میں ظاہر ہوگا اگرچہ ابتداء میں اس کا احساس نہ ہو۔ دوسرے ملکوں کا سفر جو حصولِ علم کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور دوسرے لوگوں سے میل جول جو انسانی دماغ کی ترقی اور صلح، امن اور اتحاد کے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے بوجہ سرخ آہنی پردہ کے پیچھے رہنے کے ناممکن ہے۔ الغرض یہ نظام دماغی قویٰ کو بے قیمت ٹھہرا کر تنزل کے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔

۵۔ کمیونزم کا نظام اپنے قیام اور وجود میں جبر کا محتاج ہے لہذا اس نظام کو چلانے کے لئے ہمیشہ ہی ڈکٹیٹر درکار ہوں گے۔

۶۔ سُود جو اس زمانہ کی تمام اقتصادی خرابیوں کے لئے بطور اُم کے ہے اسے کمیونزم میں بطور فلسفہ کے ممنوع نہیں قرار دیا گیا۔

۷۔ کمیونزم اقتصادیات میں جبر سے کام لیتی ہے۔ بجائے اس کے کہ ترغیب و تحریص سے کام لیا جائے کمیونزم جبر سے کام لیتی ہے۔ وہ لاکھوں لوگ جن سے دولت جبراً چھین لی جاتی ہے وہ دل سے اس کے حامی نہیں ہو سکتے بلکہ دلوں میں اس کے لئے بغض رکھیں گے گو زبان سے اظہار نہ کر سکیں۔

۸۔ کمیونزم کے ذریعہ عائلی محبت کی موت:۔ اس نظام میں عائلی محبت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو ہماری اخلاقی اقدار کے لئے مضر ہے۔

۹۔ کمیونزم کے نظام میں عالمگیر ہمدردی کا فقدان:۔ اس نظام کی بنیاد صرف اپنے ملک کی ہمدردی تک محدود ہے۔ عالمگیر ہمدردی کا اصل اس میں نہیں ہے گویا فطرت انسانی کے جذبات ہمدردی اور رحم کا اس میں کوئی مقام نہیں۔

۱۰۔ کمیونزم نے انفرادی سرمایہ داری کو ختم کر کے اجتماعی سرمایہ داری کو جنم دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جتنی بڑی کمپنی ہو گی تجارت میں اُس کا مقابلہ کرنا اُتنا ہی مشکل ہو گا۔ افرادی کمپنیوں کا مقابلہ چھوٹے اور غیر منظم ملک کر سکتے تھے مگر اجتماعی حکومتی سرمایہ داری کا مقابلہ ایسے ممالک نہیں کر سکتے۔ اس طرح چھوٹے ممالک کی تجارت اور اقتصادیات کمیونسٹ ممالک کے رحم و کرم پر ہو گی۔

۱۱۔ کمیونزم نے مساوات کا دعویٰ تو کیا ہے مگر عملاً ایسا نہیں کر سکی۔ تنخواہوں میں تضاد بدستور موجود ہے۔ کام کی نوعیت اور مشقت میں اختلاف نہ مٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی مٹا ہے۔ غرضیکہ زندگی کے کسی شعبہ میں بھی نہ کامل مساوات ہو سکتی ہے نہ عملاً ہے۔ محض خوش رنگ دعاوی ہیں محض جذباتی نعرے ہیں۔ پانچوں انگلیاں نہ کبھی برابر ہوئی ہیں اور نہ ہو سکتی ہیں اور اگر بفرضِ محال کمیونزم کا اپریشن کر کے برابر کر بھی دی جائیں تو وہ اپنے مفوّضہ فطرتی فرائض سرانجام نہیں دے سکتیں۔

۱۲۔ انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال اور انتفاع (Exploitation) سرمایہ داری کی طرح کمیونزم میں بھی قائم رہتا ہے۔ آخر پیداوار اور وسائل پیداوار کو قومی ملکیت بنانے کے بعد ان کا نگہبان ایک مخصوص برسرِ اقتدار طبقہ ہی تو بنے گا۔ صرف اتنا فرق پڑا کہ سرمایہ داروں کے گروہ کے مقابلہ میں برسرِ اقتدار گروہ کی تعداد قلیل تر ہو گی۔ اور اگر یہ برسرِ اقتدار گروہ قومی امانت میں خیانت شروع کر دیں تو ان کو راہِ راست پر لانا نظریاتی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر کس طرح ممکن ہو گا۔ احتجاج کے مروّجہ طریقے بھی وہاں استعمال نہیں کئے جا سکتے + (باقی)

اطمینانِ قلب حاصل کرنے کا ذریعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر... قلوب کو اطمینان عطا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ پس جہاں تک ممکن ہو ذکرِ الٰہی کرتا رہے۔ ہاں اس کے واسطے صبر اور محنت درکار ہے۔ اگر گھبرا جاتا اور تھک جاتا ہے تو پھر یہ اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔" (ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲)

مغرب میں فحاشی کا بڑھتا ہوا سیلاب

اور

عیسائی پادریوں کا افسوسناک کردار

ماہنامہ "انصار اللہ" بابت جنوری ۱۹۶۹ء میں ہم نے امریکہ کے مشہور و معروف انگریزی رسالہ "دی پلین ٹروتھ" کے شمارہ ستمبر ۱۹۶۸ء کے حوالہ سے مغرب کے عیسائی ممالک میں اخلاقی پستی و گراوٹ اور بگاڑ و فساد کی ناگفتہ بہ حالت کی ایک خفیف سی جھلک پیش کی تھی اور بتایا تھا کہ رسالہ کے ایڈیٹر مسٹر ہربرٹ ڈبلیو۔ آرمسٹرانگ نے اس دردناک صورتِ حال کو ہائیڈروجن بم سے کہیں بڑھ کر ہلاکت آفریں خطرہ قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں ہم نے وہاں طلاقوں، ناجائز ولادتوں اور امراضِ خبیثہ کی بھرمار سے متعلق بعض دل ہلا دینے والے اعداد و شمار بھی شائع کئے تھے۔ اسی تسلسل میں آج ہم رسالہ مذکور ہی کے حوالہ سے اس امر پر روشنی ڈالتے ہیں کہ مغربی ممالک میں اخلاقی پستی و گراوٹ اور بگاڑ و فساد کی یہ ہولناک صورتِ حال کیوں پیدا ہوئی ہے۔

یہ صورتِ حال جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے اس امر کی آئینہ دار تو ہے ہی کہ عیسائیت اپنے خلافِ عقل اور خلافِ فطرت عقائد کی وجہ سے وہاں یکسر ناکام ہو چکی ہے لیکن اس کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ خود عیسائی پادری بھی جن پر فحاشی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی وہ خود ان اخلاقی برائیوں کو مزید پھیلانے کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ وہ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ زنا، ہم جنسی تلذّذ (homosexuality) اور ان جیسے دوسرے مکروہ افعال کو گناہوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے اور از روئے مذہب ان کے جواز کا فتویٰ دیدیا جائے۔

چنانچہ رسالہ "دی پلین ٹروتھ" کے ایڈیٹر مسٹر ہربرٹ۔ ڈبلیو۔ آرمسٹرانگ نے اپنے مضمون بعنوان "کیا شادی کے ذریعہ ازدواجی زندگی بسر کرنے کا طریق عنقریب معدوم ہونے والا ہے؟" میں جہاں

مغرب میں طاعون کی طرح پھیلنے والے اخلاقی امراض سے متعلق دل ہلا دینے والے اعداد و شمار شائع کئے ہیں وہاں نیو یارک سے شائع ہونے والے رسالہ "وال سٹریٹ جرنل" (Wall Street Journal) ۱۷ جولائی ۱۹۶۰ء کا حسب ذیل اقتباس بھی شائع کیا ہے :-

"ہم جنسی تلذذ کا فعل بڑی تیزی سے منظرِ عام پر آتا جا رہا ہے ۔۔۔۔ جنسی تعلقات کی اس نئی دنیا میں اس فعل کا ارتکاب کرنے والوں کے دوسرے ساتھی خود پروٹسٹنٹ پادری ہیں جن کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔" (دی پلین ٹروتھ بابت ستمبر ۱۹۶۸ء صٓ ۳۶)

یہ تو عام پروٹسٹنٹ پادریوں کا حال ہے کہ جو خود اس گھناؤنے فعل کا ارتکاب کرنیوالوں کے ہم مشرب بنے ہوئے ہیں اب ذرا برطانیہ کے ایک سابق لاٹ پادری (آرچ بشپ آف کنٹربری) کی منطق بھی ملاحظہ ہو۔ وہ لاٹ پادری ہونے کے باوجود ان اخلاقی مجرموں کے کچھ کم حمایتی نہیں ہیں۔ انہوں نے دارالامراء میں تقریر کرتے ہوئے ہم جنسی تلذذ کے اخلاقی مرض اور انتہائی خطرناک گناہ کو جس کی وجہ سے بعض سابقہ قومیں خدائی غضب کا نشانہ بن کر موردِ عذاب بنتی رہی ہیں گناہ تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا اور اس طرح اس کے جواز کے حق میں فتویٰ بھی دے ڈالا۔ چنانچہ مسٹر ہربرٹ ڈبلیو آرمسٹرانگ نے لندن کے ایک اخبار کے حوالہ سے اپنے مضمون میں لاٹ پادری کی اس نرالی منطق کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :-

"کنٹربری کے سابق لاٹ پادری ڈاکٹر جیوفرے فشر (Dr. Geoffrey Fisher) نے دارالامراء میں آج رات برطانوی قانون میں ایک تبدیلی کے حق میں تقریر کی۔ اس تبدیلی کا مقصد بالغ افراد کے درمیان باہمی رضامندی سے ہم جنسی تلذذ کے پس پردہ ارتکاب کو آئندہ جرم نہ گردانتا تھا۔ لاٹ پادری نے کہا خدا نے ہر فرد کو یہ بنیادی حق عطا کیا ہے کہ وہ اپنے لئے خود اپنی پسند کا کوئی اخلاقی ضابطہ متعین کرے اور اُس پر عمل پیرا ہو خواہ ایسا کرنے میں اُسے نقصان ہی اُٹھانا پڑے۔ انسان کے اس بنیادی حق کا معاشرے اور ملکی قوانین کو احترام کرنا چاہیئے۔" (دی پلین ٹروتھ ستمبر ۱۹۶۸ء صٓ ۸)

لاٹ پادری کی یہ منطق اس لحاظ سے انتہائی افسوسناک ہے کہ انہیں کلیسائے انگلستان کا سربراہ ہونے کی حیثیت میں اس اخلاقی بے راہ روی کے سیلاب کو روکنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھنی چاہیئے تھی لیکن انہوں نے بگڑتے ہوئے معاشرہ کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور خود برساتی کیڑوں کی طرح پنپنے والے اخلاقی مجرموں اور حیا سوز افعال کا کھلے بندوں ارتکاب کرنے والوں کی پیٹھ ٹھونکنی شروع کر دی۔

جب مسٹر آرمسٹرانگ نے دیکھا کہ ——ع جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے —— تو وہ بلبلا اُٹھے ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مضمون میں لاٹ پادری ہی نہیں بلکہ کلیسائے انگلستان کے تمام پادریوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا :-

"ڈاکٹر فشر کو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ بائبل کی تعلیم یہ ہے کہ گناہ نام ہے خدا کے اُن غیر مبدل رُوحانی قوانین کی خلاف ورزی کا جنہیں "دس احکام" میں خلاصۃً سمو دیا گیا ہے ۔ ان میں سے ایک حکم ہم جنسی تلذذ، زنا، حرامکاری اور شادی کے ذریعہ ازدواجی تعلقات قائم کئے بغیر دیگر جنسی افعال کو گناہِ عظیم قرار دیتا ہے ۔ انہیں بدرجہ اولےٰ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ بائبل کی تعلیم کہیں بھی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ خود جائز اور ناجائز کا فیصلہ کرے ۔ خدا نے خود ظاہر کر دیا ہے کہ کون سا فعل گناہ ہے اور کونسا نہیں ۔ ہاں اُس نے انسان کو یہ فیصلہ کرنے کی آزادی دی ہے کہ وہ گناہ کا ارتکاب کرے یا نہ کرے لیکن ساتھ ہی اُس نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جیسا بوؤ گے ویسا ہی کاٹو گے ۔

بعض پادری جھوٹ کی راہ اختیار کرتے ہوئے اِس قسم کا دعویٰ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ بائبل نے شادی سے قبل جنسی تعلقات کے قیام یا ہم جنسی تلذذ کی کہیں بھی مذمت نہیں کی ہے ۔ بائبل تو انتہائی شدید الفاظ میں بار بار ایسے افعال کی مذمت کرتی ہے ۔ اور یہ ایسی واضح بات ہے کہ ہر پادری کو اس کا پہلے ہی علم ہونا چاہیئے ۔ مَیں یہاں بائبل کے ایسے متعدد اقتباسات میں سے جن میں اِن افعال کی مذمت کی گئی ہے ایک اقتباس درج کرتا ہوں :-

"کیا تم نہیں جانتے ہو کہ بدکار خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہوں گے ۔ فریب مت کھاؤ ۔ نہ حرامکار، نہ بُت پرست، نہ زانی، نہ عیاش، نہ لونڈے باز، نہ چور، نہ لالچی، نہ شرابی، نہ گالی بکنے والے، نہ ظالم، خدا کی بادشاہت کے وارث ہوں گے ۔" (اکرنتھیوں باب ۶ - آیات ۹، ۱۰)

پادریوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سدوم اور عمورہ کی بستیاں کیوں تباہ ہوئی تھیں ۔" (دی پلین ٹروتھ ستمبر ۱۹۶۸ء ص)

اِس انتہائی افسوسناک صورتِ حال پر کہ مغربی ممالک میں فحاشی کے بڑھتے ہوئے سیلاب

کو روکنے کی بجائے وہاں کے عام پادری ہی نہیں بلکہ لاٹ پادری بھی اس کی شدت کو بڑھانے اور اس میں اضافہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مسٹر آرمسٹرانگ ایسے دردمند انسانوں کا تلملا اٹھنا ایک قدرتی امر ہے۔ صورتِ حال کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو جائے اگر روحانی اور اخلاقی اقدار کے علمبردار اس کے خلاف مسلسل آواز بلند کرتے رہیں تو پھر بھی اصلاحِ احوال کی امید باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر عوام کالانعام کی طرح روحانی اور اخلاقی اقدار کے نام نہاد علمبردار بھی گناہ کو گناہ سمجھنا ترک کر دیں اور انہی کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کی پیٹھ ٹھونکنے لگیں تو پھر اصلاحِ احوال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے معاشرے کا تباہی سے دوچار ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔ فی زمانہ مغربی معاشرہ ایسے ہی ہولناک خطرات سے دوچار ہے اور اپنے عبرتناک انجام کو پہنچا چاہتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان ممالک میں عیسائیت کے حکمران ہوتے ہوئے بھی ایسی خطرناک صورتِ حال کیوں پیدا ہوئی ہے؟ اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ مروّجہ عیسائی عقائد کی موجودگی میں بالآخر اس صورتِ حال کا پیدا ہونا یقینی تھا۔ جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ شریعت ایک لعنت ہے اور یہ کہ مسیح نے صلیب پر جان دے کر اور لعنتی موت قبول کر کے ہمارے اگلے اور پچھلے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا تو پھر نیک اعمال بجا لانے کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ اِن دونوں عقیدوں کو اپنا لینے کے بعد روحانی اور اخلاقی اقدار کا جنازہ از خود نکل جاتا ہے۔ وہاں یہ دونوں عقیدے اندر ہی اندر ان اقدار کو گھن کی طرح کھا رہے تھے۔ بالآخر وہ وقت بھی آن پہنچا کہ جب یہ گھن ظاہر ہو گیا اور عیسائیت کی عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہی۔ یہ اخلاقی پستی وگراوٹ اور روحانی بگاڑ و فساد اب بڑھتا ہی چلا جائیگا اور مآلِ کار مغرب کے معصیت نواز معاشرہ پر ہلاکت مسلط ہوئے بغیر نہ رہے گی۔

اس ہلاکت سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اہلِ مغرب جو عیسائیت کے خلافِ عقل و خلافِ فطرت عقائد سے بدظن ہو کر لادینیت اور بے راہ روی کی ظلمت میں بھٹک رہے ہیں اسلام کی آغوش میں آ کر اس کی بے مثال و لازوال اخلاقی تعلیم کو اپنائیں اور اسلام کے پیش کردہ حیّ و قیوم خدائے واحد کے ساتھ زندہ تعلق قائم کریں۔ یہ تعلیم جماعت احمدیہ کے مبلغینِ اسلام کے ذریعہ انکے دروازوں تک پہنچ چکی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اپنے دروازے اور کھڑکیاں کھولکر اس نور کو اندر داخل ہونے دیں اور اپنے در و دیوار ہی نہیں بلکہ اپنے دلوں اور اپنی روحوں کو اس سے منور کریں تاکہ اُس تباہی سے بچ سکیں جو از منۂ گزشتہ میں سدوم اور عمورہ کی بستیوں پر مسلط ہوئی تھی اور جو آج خود اُن کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔

اے خدا! اے رحیم اور مشکل کشا تو اپنے فضل سے ایسا ہی کر۔ آمین اللّٰھم آمین ؛

انصاراللہ کا پہلا سہ ماہی امتحان

انصاراللہ کا پہلا سہ ماہی امتحان انشاءاللہ العزیز ۲۱ ۱۳۴۸ہش (۲۱ مارچ ۱۹۶۹ء) بروز جمعہ برائے ربوہ و ۲۳ ۱۳۴۸ہش بروز اتوار برائے بیرونجات منعقد ہوگا۔ نصاب درج ذیل ہے:-

معیار اوّل۔ (۱) ترجمہ قرآن کریم نصف اوّل پارہ دہم۔ (۲) ترجمہ نماز

(۳) سونے سے قبل کی دُعا (یہ دعا نیچے درج ہے)۔

معیار دوم۔ (ناخواندہ اراکین کے لئے)

(۱) قرآن مجید ناظرہ یا قاعدہ یسرنا القرآن سُنانا (۲) سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کا ترجمہ زبانی۔ (سونے سے قبل کی دُعا زبانی)۔

تمام اراکین انصاراللہ سے گزارش ہے کہ وہ پُوری توجہ سے امتحان کی تیاری کریں اور اس میں شریک ہوں۔ کامیاب اراکین کو مرکز کی جانب سے سندات دی جاتی ہیں اور اوّل و دوم آنیوالے اراکین کو انعام بھی دیا جاتا ہے۔

سونے سے قبل کی دعا:-

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ

تیرے نام کے ساتھ اے میرے رب میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ ہی اسکو اٹھاؤں گا اگر تو میری روح کو روک لے

فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ۔

تو اس پر رحم کیجیو اور اگر تو اسے واپس لوٹا دے تو اس کی اس طرح حفاظت فرما جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(قائد تعلیم)

ضروری گزارشات

۱۔ ازراہِ کرم آپ اپنا چندہ ماہنامہ انصاراللہ بذریعہ منی آرڈر براہِ راست مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

۲۔ ماہنامہ انصاراللہ کا چندہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بھجوانا مقصود ہو تو براہِ کرم اپنا مکمل پتہ اور خریداری نمبر تفصیل میں درج فرما دیں۔

۳۔ خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں سالانہ چندہ بھجواتے وقت چندہ ماہنامہ انصاراللہ کے الفاظ تحریر فرمائیں ورنہ رقم ماہنامہ انصاراللہ کی امانت میں داخل نہ ہوگی۔

۴۔ ایڈریس کی تبدیلی کے وقت سابقہ اور نیا ہر دو پتہ جات مکمل اور خوشخط تحریر فرمائیں۔

۵۔ رسالہ کے سلسلہ میں جملہ خط و کتابت بنام مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ہونی چاہیئے۔

۶۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

(مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ)

[illegible]

حضرت مسیح موعود ؑ کی بعثت اور اس کی علت غائی

لوگوں کو صراط مستقیم پر چلا کر وصال ذات ذوالجلال کا شیریں جام پلانا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

''ہماری بعثت کی علت غائی یہی ہے کہ رشتہ منزل جاناں کے بھولے بھٹکوں ، دل کے اندھوں ، جذام ضلالت کے مبتلاؤں ، ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والوں اور کور باطنوں کو صراط مستقیم پر چلا کر وصال ذات ذوالجلال کا شیریں جام پلایا جاوے اور عرفان الٰہی کے اس نقطہ انتہائی تک ان کو پہنچایا جاوے تاکہ ان کو حیات ابدی و راحت دائمی نصیب ہو اور جوار رحمت ایزدی میں چگہ لے کر مست و سرشار رہیں ۔

ہماری معیت اور رفاقت کی پاک تاثیرات کے ثمرات حسنہ بالکل صاف ہیں ۔ ہاں ان کے ادراک کے لئے فہم رسا چاہئے ، ان کے حصول کے لئے رشد و صفا چاہئے ، ساتھ ہی استقامت کے لئے اتقا چاہئے ورنہ ہماری جانب سے تو چار وانگ عالم کے کانوں میں عرصہ سے کھول کر منادی ہو رہی ہے ۔

بیآمدم کہ رہ صدق را درخشانم	بدلستاں برم آنرا کہ پارسا باشد
کسیکہ سایہ بال ہماش سود نداد	بباید ش کہ دو روزے بظل ما باشد
گلے کہ روئے خزاں راگہے نخواہد دید	بباغ ماست اگر قسمتت رسا باشد

ہم نے تو اس مائدہ الٰہی کو ہر کس و ناکس کے آگے رکھنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر آگے ان کی اپنی قسمت ۔ وما علینا الا البلاغ ''

(ملفوظات جلد ششم صحفہ ۱۸۹ ، ۱۹۰)

طابع نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا